جامعہ دارالعلوم کراچی

کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ

مبارک ۱۴۳۹ھ / جون ۲۰۱۸ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ
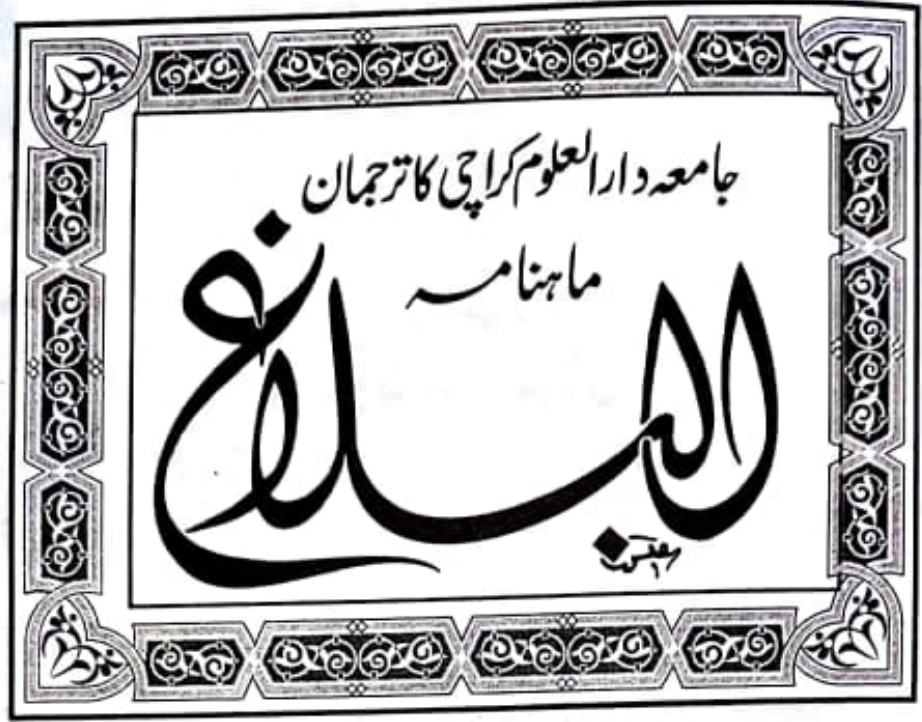
جلد ۵۳ — شمارہ ۹

رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ / جون ۲۰۱۸ء

فی شمارہ .... ۳۵/- روپے
سالانہ زرِ تعاون .... ۴۰۰/- روپے
بذریعہ رجسٹری .... ۵۵۰/- روپے

سالانہ زر تعاون
بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور
یورپی ممالک .... ۳۵ ڈالر
سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب
امارات .... ۲۷ ڈالر
ایران، بنگلہ دیش .... ۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ "البلاغ" جامعہ دارالعلوم کراچی
کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰
فون نمبر:- 021-35123222
021-35123434

بینک اکاونٹ نمبر

9928-0100569829
میزان بینک لمیٹڈ
کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی
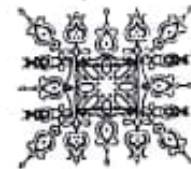
Email Address:
monthlyalbalagh@gmail.com
www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر:- محمد تقی عثمانی
پرنٹر:- القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ترتیب

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب ، مدظلہم
رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی

نظامِ عدل کی اصلاح کیجئے

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

تعلیمی نظام ہو یا عدالتی نظام، ان میں سے ہر ایک کی حیثیت کسی بھی ملک وقوم کے لئے ریڑھ کی ہڈی سے کم نہیں ہے، تعلیمی نظام سے قوم کی نظریاتی تربیت ہوتی ہے اور ریاستی اداروں کے لئے وطن کی محبت وخدمت سے سرشار رجالِ کار وجود میں آتے ہیں جبکہ عدالتی نظام سے عدل وانصاف پر مبنی فیصلے جرائم کی بیخ کنی کرنے، ظلم وزیادتی کے خلاف بند باندھنے اور امن وامان کا ماحول تشکیل دینے میں معاون بنتے ہیں۔

اس ملک وقوم کا المیہ یہ ہے کہ ریاست کے دیگر شعبہ جات کی طرح یہاں بھی دورِ غلامی کا تسلسل قائم ہے، نظام تعلیم استعماری دور کی طرح سیکولر ہے جبکہ عدالتی نظام سے حصول انصاف کی راہ میں رکاوٹ، تہ در تہ پیچیدگیاں، وقت ومالی مصارف کا ضیاع اور اسلامی تعلیمات کے منافی استعماری دور سے نافذ العمل وہ ضوابط وقواعد ہیں جو بدعنوانی کا بھی سبب بنتے ہیں اور جن کی وجہ سے فیصلے تک پہنچتے پہنچتے بعض اوقات کئی دہائیاں بیت جاتی ہیں۔

ماضی کی حکومتوں نے اپنی حکمرانی کا تسلسل قائم رکھنے کی تو فکر کی لیکن نظام عدل ونظام تعلیم

کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی اور قیام پاکستان سے لے کر آج تک ہماری عدالتوں میں دور غلامی ہی کا ۱۹۰۸ء کا ضابطہ دیوانی نافذ العمل ہے۔

اس صورتحال کی اصلاح کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل ماضی کے مختلف ادوار میں سنجیدہ اور قابل تحسین کوشش کرتی رہی ہے، جس کی رپورٹس کونسل کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں، لیکن کسی بھی حکومت کی طرف سے ان رپورٹوں کی روشنی میں اصلاح حال کے لئے کوئی عملی اقدام سامنے نہیں آیا ــــ ضابطہ دیوانی کی اصلاح کی ایک سنجیدہ اور مستحسن کوشش وہ تھی جب کونسل نے حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم کی کنوینر شپ میں، ضابطہ دیوانی کے جائزے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی، کمیٹی نے پوری دقیقہ رسی، غور وخوض، تحقیق وکاوش اور وسیع تر مشاورت کے بعد جنوری ۲۰۰۰ء میں کونسل کو اپنی مفصل رپورٹ پیش کی جس کو کونسل نے اتفاق رائے سے منظور کیا اور اس کو طبع بھی کرایا، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ رپورٹ بھی سرد خانے میں پڑی ہوئی ہے اور دور غلامی سے نافذ العمل ضوابط وقواعد کے غیر اسلامی اور غیر منطقی نظام عدل کی وجہ سے ملکی عوام تکلیف واضطراب میں ہیں۔

اس مفصل رپورٹ کا جاندار مقدمہ بھی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا تحریر کردہ ہے جس سے اصلاح حال کے لئے کی گئی کاوش اور متعلقہ تفصیلات کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

بعض مقتدر حلقوں کی طرف سے، جن میں عدلیہ سے متعلق نامور شخصیات بھی شامل ہیں، وقتاً فوقتاً آواز سنائی دیتی ہے کہ ملک میں رائج نظام عدل کی اصلاح کی ضرورت ہے اور یہ کہ ملک کا عدالتی نظام ایسا ہو جس سے انصاف کا حصول جلدی اور آسانی سے میسّر آسکے، اس ضرورت کی طرف توجہ دلانے والے حضرات کو شاید یہ معلوم نہیں ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے اس سلسلے میں خاصا کام ہوچکا ہے لیکن ماضی کی کسی حکومت نے اس کو اہمیت نہیں دی۔

اگلے صفحات میں قارئین البلاغ مفصل رپورٹ کا وقیع علمی مقدمہ پڑھ کر صورتحال

سے آگاہی حاصل کرسکتے ہیں اور کیا بعید ہے کہ حکومت اور عدلیہ کے ارباب بست وکشاد اس اہم دستاویز سے رہنمائی حاصل کرکے نظام عدل کی اصلاح کے لئے ضروری اقدامات عمل میں لائیں۔ ــــــــــــ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد:

عدل وانصاف اسلامی ریاست کا بنیادی فریضہ

عدل وانصاف فراہم کرنا ایک اسلامی ریاست کا بنیادی فریضہ ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے انبیاء کرام علیہم السلام کے فرائض میں شامل فرمایا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَاتَتَّبِعِ الْھَوٰی (سورۃ ص ، ۳۸:۲۶)

"اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے، پس لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور نفسانی خواہشات کی پیروی مت کرنا۔"

یہی حکم دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰۃَ فِیْھَا ھُدًی وَّنُوْرٌ یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ (المائدۃ : ۵:۴۴)

"ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی ، اس کے مطابق انبیاءؑ فیصلے کرتے تھے"

اور خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کو تلقین فرمائی گئی کہ:

فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ . (المائدۃ ، ۵: ۴۸)

"پس آپ ان (اہل کتاب) کے درمیان فیصلہ اس کتاب (قرآن) کے موافق کیا کیجئے جسے اللہ نے نازل فرمایا ہے، اور ان کی (خلافِ شرع) خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے"۔

یہ خطاب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ:

اِنَّا اَنۡزَلۡنَا اِلَیۡکَ الۡکِتَابَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡکُمَ بَیۡنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاکَ اللّٰہُ (سورة النساء، ۴: ۱۰۵)

"بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ سچی کتاب (قرآن) بھیجی، تاکہ آپ اللہ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔"

نظامِ عدل قائم کرنے کی اہمیت کا کچھ مزید اندازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشادات اور اس طرزِ عمل سے بھی ہوتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں اختیار فرمایا:

۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"كيف يقدس الله امة لا يؤخذ لضعيفهم من شديدهم" الحديث [1].

"اللہ تعالیٰ ایسی جماعت کو (گناہوں اور فتنوں) سے کیسے پاک کرسکتا ہے جس میں ضعیف کو طاقتور سے حق نہ دلایا جائے"۔

۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"سبعة يظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله، الامام العادل ... الخ" [2]

---

۱. سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، حديث ۴۰۱۰

۲. صحيح البخاری، كتاب الاذان، حديث ٦٦٠. صحيح مسلم، كتاب الزكاة، حديث ۲۳۸۰. موطأ امام مالک، باب ماجاء فی المتحابين فی الله، حديث ۷۶۹، سنن الترمذی، كتاب الزهد، حديث ۹۱، سنن النسائی، كتاب آداب القضاة، حديث ۵۳۸۲

"وہ سات قسم کے لوگ جن کو (میدانِ حشر میں) اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں اس وقت جگہ دے گا، جب اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، یہ ہیں: عدل وانصاف والا حاکم۔۔۔الخ"

عدل قائم کرنا حکومت کے بنیادی ارکان میں سے ہے، جس کے بغیر انسانوں کی جانیں محفوظ رہ سکتی ہیں، نہ آبرو، نہ ان کے اموال اور حقوق۔ بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ حکومتیں اگرچہ کفر وشرک کے ساتھ بھی قائم رہ جاتی ہیں، لیکن ظلم کے ساتھ کوئی حکومت زیادہ دیر تک باقی نہیں رہتی۔ غرض یہ وہ بنیاد ہے جس پر معاشرے کا امن وامان اور سکون واطمینان موقوف ہے، اسی لئے شریعت اسلامیہ نے "قضاء" (عدالتی فیصلوں) کے لئے بھی اصول وقواعد ایسے مقرر کئے ہیں، جو اقوام عالم کے لئے قابل رشک اور قابلِ تقلید بنے۔

عہدِ رسالت میں نظامِ عدل:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے مابین خود بھی شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلے فرماتے تھے، اور متعدد صحابہ کرام، رضی اللہ عنہم، کو بھی مختلف شہروں میں قاضی مقرر فرمایا تھا۔ اور بعض صحابہ کرام، رضی اللہ عنہم، کو بیک وقت دو ذمہ داریاں سپرد فرمائیں، یعنی انتظام حکومت اور منصب قضاء، چنانچہ حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معقل بن یسار، رضی اللہ عنہم، کو یمن کے مختلف علاقوں میں مقرر فرمایا، اور حضرت عتاب بن اسید؄ کو مکہ مکرمہ کا امیر اور قاضی مقرر فرمایا، اور ساتھ ہی اس عظیم ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے ان کو خصوصی ہدایات بھی دیں [1]۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا بیان ہے:

"بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اليمن قاضيا، فقلت : يارسول الله ! ترسلني وأنا حديث السن ولاعلم لي بالقضاء"

۱۔ ملاحظہ ہو قاضی القضاۃ امام شمس الدین السروجی (۶۳۷-۷۱۰ھ) کی عظیم کتاب، ادب القضاء، پر مولانا شمس العارفین کا تحقیقی مقدمہ، ص ۹، طبع بیروت، دار البشائر الاسلامیہ۔

فقال : الله سیهدی قلبک ویثبت لسانک ، فاذا جلس بین یدیک الخصمان فلاتقضین حتی تسمع من الآخر کما سمعت من الأول ، فانه أحری ان یتبین لک القضاء .

قال : فما زلت قاضیا أو ماشککت فی قضاء بعد ، (۱)

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضی بنا کر یمن بھیجا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے یمن بھیج رہے ہیں، حالانکہ میں کم عمر ہوں، اور مجھے قضاء کا علم بھی نہیں ہے، تو آپ نے فرمایا: "اللہ تمہارے دل کی رہنمائی کرے گا، اور تمہاری زبان کو سیدھا رکھے گا، پس جب تمہارے سامنے دو فریق حاضر ہوں، تو جب تک دوسرے کی بات اسی طرح نہ سن لو جس طرح پہلے کی بات سنی ہے، اس وقت تک ہرگز فیصلہ نہ کرنا، کیونکہ اس طرح تمہارے سامنے صحیح فیصلہ آسکے گا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: پس میں قاضی رہایا (یہ فرمایا کہ) اس کے بعد کسی فیصلے میں مجھے شک نہیں ہوا۔"

خلافت راشدہ میں اور اس کے بعد:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدینؓ کا طریقہ بھی یہ رہا کہ وہ مقدمات کے فیصلے خود فرماتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی قاضی مقرر کر کے اسلامی حکومت کے مختلف شہروں میں بھیجتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بار خلافت سنبھالا، تو حضرت عمر فاروق اعظمؓ کو مدینہ منورہ کا قاضی مقرر فرمایا(۲)۔ اور حضرت انسؓ کو بحرین کا قاضی بنا کر روانہ فرمایا(۳)۔

فاروق اعظم حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت ابوالدرداءؓ کو دمشق کا، شریح بن حارث الکندی

---

۱. سنن ابی داؤد کتاب الاقضیة ، حدیث ۳۵۸۲، بیهقی، السنن الکبری ، ج ۱۰ ، ص ص ۱۴۰.۱۴۱

۲. اخبار القضاة ، ۱:۱۰۴

۳. الاصابة ، ۱:۸۵

کو کوفہ کا، اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا قاضی مقرر فرمایا، متعدد دوسرے حضرات کو اسلامی حکومت کے دور دراز علاقوں میں مقرر کیا، اور ان کو برابر وقتاً فوقتاً ہدایات بھیجتے رہے، ان ہدایات وخطوط میں فاروق اعظمؓ کا وہ مشہور خط خصوصی اہمیت کا حامل ہے جو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس بھیجا تھا اور امام محمد بن الحسن نے اس کا نام "کتاب سیاسة القضاء وتدبیر الحکم" بیان کیا ہے۔(۱)

اس اہم دستاویز کا مفصل عربی متن مفصل حوالوں اور اردو ترجمہ کے ساتھ ادارہ تحقیقات اسلامی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی) کی شائع کردہ کتاب ادب القاضی میں دیکھا جاسکتا ہے، جہاں اس کی ضروی تشریح بھی کی گئی ہے اور فاروق اعظمؓ کے دیگر خطوط جو انہوں نے اپنے مقرر کردہ قاضیوں کو تحریر فرمائے تھے وہ بھی ساتھ نقل کیے گئے ہیں۔

(ملاحظہ ہو کتاب ادب القاضی، ص ۳۴۵ تا ص ۳۷۶ شائع کردہ ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، پاکستان)۔

عہد عثمانی (۲) میں فتوحات کے دائرہ کی وسعت کے ساتھ ساتھ نظام قضاء کی وسعت بھی عمل میں آئی۔ حضرت عثمان غنیؓ خود بھی فیصلے فرماتے تھے۔ لیکن آپ کا طریقۂ کار یہ ہوتا تھا کہ جب فریقین مقدمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ وہ ایک فریق کو کہتے کہ جاؤ حضرت علیؓ کو بلالاؤ۔ دوسرے کو حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، رضی اللہ عنہم، کو بلانے کے لئے بھیجتے۔ جب سب آجاتے تو فریقین کو اپنی اپنی بات کہنے کا حکم فرماتے۔ پھر فریقین کی بات سن کر ان حضرات صحابہ کی رائے طلب فرماتے۔ اگر ان کی رائے سے حضرت عثمان غنیؓ کو اتفاق ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرمادیتے۔ ورنہ پھر بعد کو اس پر غور فرماتے۔ (اخبار القضاۃ، ج۱، ص ۱۱۰)۔۔۔ حضرت عثمان غنیؓ کے کارناموں کے ذیل میں طبری نے لکھا ہے کہ عہد عثمانی میں حضرت زید بن ثابتؓ بھی منصب قضاء پر فائز تھے۔

۱۔ السرخسی، المبسوط، ۱۶: ۶۰

۲۔ یہاں سے عہد اموی کے قاضیوں کے تذکرے کے ختم تک کا مضمون مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب (قاضی شریعت دارالقضاء مرکزی امارت شرعیہ۔ بہار (اڑیسہ۔ بھارت) کی عظیم القدر کتاب اسلامی عدالت سے ماخوذ ہے۔

باب قضاء میں علیؓ "علی" تھے۔ سراج نبوت سے ہر صحابی نے کسب نور کیا۔ سب کے الگ الگ رنگ ہیں۔ علی مرتضیٰؓ کو اللہ نے کار قضاء میں ممتاز بنایا اور "اقضاھم علی" کا امتیاز انہیں ملا۔ کتنی گتھیوں کو ان کی ذہانت نے سلجھایا۔ ان کے عہد میں بھی مختلف قضاۃ فیصلے کرتے رہے۔ خود امیر المؤمنین علیؓ کا حضرت شریح کی عدالت میں حاضر ہو کر ایک یہودی کے خلاف انصاف چاہنا اور قاضی شریح کا امیر المؤمنین کے خلاف اُس یہودی کے حق میں فیصلہ دینا معروف ہے۔ حضرت علیؓ کے بعض فیصلوں کا ذکر حضرت وکیع نے اخبار القضاۃ میں کیا ہے۔ (ص ۱:۹۱)

عہد اموی کے معروف قاضیوں میں سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کو بھی شمار کیا جانا چاہیے۔ عرصے تک مدینہ کے قاضی رہے۔ ان کا ایک مشہور فیصلہ ہے کہ ایک مقروض شخص کے بارے میں (جو دیوالیہ ہو گیا تھا) قرض دینے والے نے یہ درخواست کی کہ اسے جیل بھیج دیا جائے، سیدنا ابوہریرہؓ نے یہ درخواست رد کر دی اور فرمایا:

"لا احبسه لک . ولکن ادعه یطلب لک ولنفسه ولعیاله"(۱)

"میں اسے تمہارے ادھار کی خاطر قید نہیں کروں گا، بلکہ چھوڑ رہا ہوں تا کہ وہ روزی کمائے تمہارا قرض ادا کرنے کے لئے، اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے"۔

عہد اموی میں ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن بن عوف، طلحۃ بن عبدالرحمٰن بن عوف، نوفل بن مساحق العامری، ابان بن عثمانؓ، وغیرھم جلیل القدر علماء، مدینہ کے قاضی مقرر ہوتے رہے۔

حضرت ابان بن عثمانؓ کے سامنے وہ مقدمات پیش ہوئے جن کا فیصلہ سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کر چکے تھے، ابان بن عثمانؓ نے خلیفہ عبدالملک کو لکھ کر پوچھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے فیصلوں کے ساتھ کیا عمل کیا جائے؟ عبدالملک نے جواب دیا:

---

۱. اخبار القضاۃ، ۱:۱۱۲.

۲. اخبار القضاۃ، ۱:۱۱۳.

"انا واللہ ماعبنا علی ابن زبیر اقضیتہ ، ولکن عبنا علیہ ماتناول من الامر، فاذا اتاک کتابی ھذا فأنفذ اقضیتہ . فان ترداد الاقضیۃ متعسر "(۴)

ترجمہ:"ہم ابن زبیر کے فیصلوں کو بُرا نہیں کہتے ،ہمیں ان کے سیاسی عمل سے اختلاف تھا، میرا یہ خط پہنچتے ہی ان کے فیصلوں کو نافذ کردو، سابق فیصلوں کورد کرنا دشواریوں کا موجب ہوگا"۔

اوپر جو آیات واحادیث بیان کی گئی ہیں اور خلفائے راشدین اور بعد کے خلفائے اسلام کے جس طرزِعمل کی طرف کچھ اشارے کئے گئے، وہ یہ سمجھنے کے لئے کافی ہیں کہ نظام عدل کا قیام ایک اسلامی حکومت کی کس قدر بھاری اور بنیادی ذمہ داری ہے۔

دیوانی مقدمات کی خصوصی اہمیت :

خاص طور سے دیوانی مقدمات کی اہمیت اور نزاکت اس لحاظ سے اور زیادہ ہے کہ ان کا تعلق تمام تر حقوق العباد سے ہے، جن کے بارے میں شریعت کا قانون یہ ہے کہ وہ توبہ سے بھی اس وقت تک معاف نہیں ہوتے، جب تک حق دار ہی اپنے حق کو معاف نہ کردے، یا اس کا حق اسے نہ دے دیا جائے۔

پاکستان میں دیوانی مقدمات کی افسوس ناک صورت حال :

لیکن افسوس ناک، بلکہ انتہائی تشویشناک ،صورت حال یہ ہے کہ پاکستان میں دیوانی مقدمات کی کارروائی اتنی پیچیدہ، مشکل، مہنگی، اورسست ہوتی ہے کہ مقدمات کے فیصلہ ہونے میں تاخیر درتاخیر کا سلسلہ دراز سے دراز ہوتا چلا جاتا ہے اور مقدمات پر عائد ہونے والے مصارف اتنے بھاری ہوتے ہیں کہ وہ فریقین کے لئے خود ایک کڑی سزا سے کم نہیں ہوتے ،فریقین کی عمریں بیت جاتی ہیں اور فیصلہ ان کے بیٹوں یا پوتوں کو بھی بمشکل ہی ملتا ہے، پھر ڈگری ملنے کے بعد بھی ڈگری دار کو حق یا تو ملتا ہی نہیں ، یا اتنی ہی صعوبتوں، مصارف اور مدتوں کے بعد ملتا ہے، جتنی اصل مقدمے میں برداشت کی تھیں ۔ بہ قول حمود الرحمٰن لاء کمیشن:

"ڈگری لینا (پھر بھی نسبۃً) آسان اور تعمیل ڈگری مشکل ہے۔"

نتیجہ یہ ہے کہ مظلوموں کی بہت بڑی تعداد عدالت کا رخ کرنے سے ہی ڈرتی ہے اور عدالتی چکر سے بچنے کے لئے اپنے اوپر کئے جانے والے مظالم ہی کو طوعاً وکرہاً برداشت کرنے میں عافیت سمجھتی ہے۔

پاکستان کے موجودہ ضابطہ دیوانی کی خامیاں:

اس شرمناک صورت حال کا ایک سبب جہاں ہمارے ملک میں پھیلی ہوئی کرپشن ہے، جس نے سرکاری اداروں اور عدالتوں کے دفتری نظام کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے، وہیں ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہماری عدالتوں میں جو ضابطہ دیوانی ایک سو سال (The Code Of Civil Procedure, 1908.) انگریزی دور سے رائج چلا آرہا ہے، اس میں:

۱۔۔ جگہ جگہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے انحراف ہے (جس کی کچھ مزید تفصیل اس مقدمے کے آخر میں آئے گی)۔

۲۔۔ بعض ایسی دفعات بھی موجود ہیں، جن میں بعض طبقات کے ساتھ امتیاز برتا گیا ہے، جو اسلامی عدل وانصاف کے منافی اور دستور پاکستان کے آرٹیکل ۲۵ کی خلاف ورزی ہے۔

۳۔۔ حالات وزمانہ کی تبدیلی کے باعث بھی اب اس کی بہت سی دفعات فرسودہ ہو چکی ہیں، جو مقدمات کی کارروائی میں بلاوجہ پیچیدگی، رکاوٹوں یا ناانصافیوں کا باعث بنتی ہیں۔

۴۔۔ اس میں متعدد دفعات اور رولز (Rules) ایسے ہیں، جن کے باعث کسی معقول وجہ کے بغیر بھی مقدمات کی کارروائی چلتے چلتے سست روی یا تعطل کا شکار ہو جاتی ہے، یا انصاف کو مشکل بنا دیتی ہے۔

۵۔۔ پھر دیوانی مقدمات سے متعلق سارے ضابطے اسی ایک مجموعے میں موجود نہیں، بلکہ اس سلسلے کے وقتاً فوقتاً متفرق مزید ضابطے یا قوانین نافذ کئے جاتے رہے ہیں، اور وہ الگ الگ کتابچوں کی شکل میں شائع کئے گئے ہیں، جن کی طویل فہرست میں سے منسوخ شدہ ضابطوں اور قوانین کو نکال کر مندرجہ ذیل قوانین اب (اگست ۲۰۰۰ء تک) بھی رائج ہیں:

1. Law Reforms Ordinance ,1972

2. Supreme Court Rules ,1980

3. High Court Rules And Orders.

4. Sind Chief Court Rules (Original Side)

5. Sind Civil Court Rules,1955.

6. Baluchistan Civil Litgation Shariah Application)Regulation.1976

7. Fata Laws.

8. Provincial Small Cause Courts Act,1987.

9. The Banking Companies(Recovery Of Loans, Advances,Credits And Finance)Act,1997.

سب کتابچوں کا کسی ایک جگہ سے دستیاب ہونا بھی بسا اوقات آسان نہیں ہوتا۔قوانین کی کثرت، پھر ان کا یک جانبہ ہونا، اور قومی زبان میں نہ ہونا بھی پیچیدگی اور مشکلات کا باعث بنا ہے۔

تدوینِ جدید کی ضرورت:

لہٰذا اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ دیوانی مقدمات کے لئے قرآن وسنت کی روشنی میں ازسرِنو ایک ایسا جامع، مختصر، سادہ اور آسان مجموعہ ترتیب دیا جائے، جس میں اسلامی حکومتوں کے مختلف ادوار میں رائج شدہ طریق ہائے قضاء سے بھی استفادہ کیا گیا ہو، اور موجودہ دور کے ان ممالک کے ضابطہ ہائے دیوانی سے بھی مدد لی گئی ہو، جن میں دیوانی مقدمات زیادہ تیز رفتاری اور آسانی سے کم خرچ میں فیصل ہوجاتے ہیں، مثلاً سعودی عرب وغیرہ۔

نیز ترتیب وتدوین کے وقت مغربی ممالک کے ضابطہ ہائے دیوانی کو بھی سامنے رکھا جائے اور "خذ

ماصفا ودع ماکدر" (اچھی بات لے لو، اور بری بات چھوڑ دو) کے اصول پر عمل کیا جائے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "الحکمۃ ضالۃ المؤمن" (حکمت ودانشمندی کی بات مؤمن کی متاع گم گشتہ ہے) کا حاصل بھی یہی ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل:

لیکن تدوینِ جدید کا کام تو ابھی بوجوہ شروع نہیں ہوسکا، تاہم اسلامی نظریاتی کونسل نے قرآن وسنت کی روشنی میں موجودہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء (The Code Of Civil Procedure,1908) ہی کی اصلاح کے سلسلے میں، ٹھوس، مثبت اور قابل توجہ کام کیا ہے، اس سلسلے میں کونسل نے جو سفارشات تیار کی ہیں، ان ہی کو نافذ کردیا جائے تو دیوانی مقدمات میں ان خرابیوں کا بڑی حد تک ازالہ ہوسکتا ہے، جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔کونسل کے اس کام کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔اسلامی نظریاتی کونسل نے سب سے پہلے ۱۹۸۲ء میں مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء (The Code Of Civil Procedure,1908) کا جائزہ لے کر اس میں اصلاحات وترمیمات تجویز کی تھیں، کونسل کی یہ سفارشات کونسل کی پانچویں رپورٹ، بابت قوانین کی اسلامی تشکیل (Fifth Report of the Council of Islamic Ideology on Islamization of Laws) میں، جنوری ۱۹۸۳ء میں طبع ہوئیں۔

یہ سفارشات بنیادی طور پر جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب، جناب مفتی سیاح الدین صاحب کاکاخیل (رحمۃ اللہ علیہ)، جناب عبدالمالک عرفانی صاحب مرحوم اور جناب قاضی سعد اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)، کی کاوش کا نتیجہ ہیں اور بہت مفید اور قابل قدر ہیں، کونسل نے ۱۹۸۲ء میں اگست سے نومبر تک اپنے متعدد اجلاسوں میں ۱۸روزہ تفصیلی غور ومشورے کے بعد ان کو متفقہ طور پر منظور کیا تھا۔

ستمبر ۱۹۹۲ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کی ذیلی کمیٹی متعلقہ "قانونی وسیاسی اصلاحات" نے بلوچستان کے اضلاع قلات، مستونگ وغیرہ میں نظام قضاء کا مطالعہ کرنے کی غرض سے مستونگ کا دورہ کیا، وہاں قاضی عدالتوں کا معائنہ کیا اور ان عدالتوں میں رائج الوقت شرعی ضابطہ دیوانی کا بھی بغور جائزہ لیا۔

کونسل کی ذیلی کمیٹی جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کی سربراہی میں اُن سمیت آٹھ ارکان پر مشتمل تھی۔

کمیٹی نے اس مطالعے و جائزے کے بعد اپنی مفصل رپورٹ اور تجاویز، کونسل کے پندرھویں اجلاس منعقدہ اسلام آباد میں بتاریخ ۲۰۔۲۱ رفروری ۱۹۹۳ء پیش کیں، جنہیں کونسل نے بغیر کسی ترمیم کے منظور کرلیا۔

اس رپورٹ کے اوائل میں کہا گیا ہے کہ:

" کمیٹی نے (بلوچستان کی قاضی عدالتوں کے) متعلقہ قوانین اور رائج الوقت شرعی ضابطہ دیوانی کا بغور جائزہ لیا۔ کمیٹی اس امر پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتی ہے کہ شریعت کے اصولوں کے عین مطابق، قضاء کا یہ نظام فوری اور مفت انصاف فراہم کرتا ہے اور اس نظام کو عامۃ الناس کا اعتماد بھی حاصل ہے۔

یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ علاقہ کے ہندو اور عیسائی بھی اس نظام سے مطمئن ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ان کے مقدمات عام سیکولر عدالتوں کے بجائے قاضی عدالتوں میں جائیں۔ خود ارکان کمیٹی سے ایک ہندو وکیل جناب میمن داس نے اپنے اس یقین اور اعتماد کا اظہار کیا کہ قاضی عدالتوں کا دائرۂ کار پورے صوبے پر محیط کردینے سے عدل وانصاف کے تقاضے بدرجہ اتم پورے ہوں گے۔

کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچی کہ ملک میں نفاذ شریعت کے مسئلہ کو تیز تر بنانے کے لئے موزوں ہوگا کہ بلوچستان کے نہایت مفید اور کامیاب تجربہ سے فائدہ اٹھایا جائے"۔

کمیٹی نے اپنی اس رپورٹ کے آخر میں پندرہ نہایت اہم تجاویز دی ہیں، ان کو بھی کونسل نے بغیر کسی ترمیم کے اپنے ۱۵ ویں اجلاس منعقدہ ۲۰۔۲۱ رفروری ۱۹۹۳ء میں منظور کیا، اور انہیں اپنی ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۳ء کی رپورٹ میں طبع کیا۔

کونسل کا حالیہ اہم کام:

اس سلسلے کا اب تک کا آخری اہم کام اسلامی نظریاتی کونسل نے حال ہی میں انجام دیا ہے، جس کی

رپورٹ پیش کرنا اس وقت مقصود ہے، وہ یہ کہ کونسل نے اپنے ۱۳۳ ویں اجلاس کی بحث کے تناظر میں منجملہ دیگر ذیلی کمیٹیوں کے ایک ذیلی کمیٹی ۲۲ / جون ۱۹۹۸ء کو بنام " کمیٹی برائے جائزہ ضابطہ دیوانی " تشکیل دی۔ (کمیٹی کے ارکان کی فہرست کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ ۴)

اس کمیٹی کا فرض منصبی یہ قرار دیا گیا کہ وہ پاکستان کے موجودہ ضابطہ دیوانی، ۱۹۰۸ء (The Code Of Civil Procedure,1908) کا دوبارہ، ازسرنو، گہرا اور تحقیقی جائزہ لے، اور ضابطہ دیوانی کی اصلاح کے لئے اپنی جامع سفارشات پیش کرے، تاکہ اسلامی نظریاتی کونسل نے، ۱۹۸۲ء میں، اس سلسلہ کا جو قابل قدر کام کیا تھا، اس کو مزید جامع، مفید تر اور مؤثر بنایا جاسکے۔

کمیٹی کے اجلاس دوم، منعقدہ دارالعلوم نعیمیہ، کراچی میں، چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل جناب ڈاکٹر ایس ایم زمان نے بھی شرکت فرمائی۔

کمیٹی کے اجلاس سوم، منعقدہ دفتر اسلامی نظریاتی کونسل میں، جناب جسٹس ڈاکٹر محمود احمد غازی اور چیئرمین کونسل جناب ڈاکٹر ایس ایم زمان خصوصی دعوت پر شریک ہوئے۔

کمیٹی کے اجلاس چہارم، منعقدہ ایم پی اے ہاسٹل، کوئٹہ میں جناب مولانا عبید اللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور ورکن اسلامی نظریاتی کونسل خصوصی دعوت پر شریک ہوئے، نیز جناب این اے مینگل، سابق اٹارنی جنرل، نے بھی بطور مبصر شرکت فرمائی۔

کمیٹی نے اپنے اس چار روزہ اجلاس کے دوران مستونگ (بلوچستان) کی قاضی عدالتوں کا بھی معائنہ کیا، اور اس نظامِ عدالت کے بارے میں وہاں کے قاضی حضرات، جج صاحبان، وکیلوں اور ایڈوکیٹ حضرات سے بھی تبادلہ خیال کیا۔

کمیٹی کے اجلاس ہائے پنجم و ششم و ہشتم، منعقدہ دارالعلوم کراچی (کورنگی) میں مجموعی طور پر انیس دن شب وروز جاری رہے، ان میں کمیٹی نے مندرجہ ذیل اہل فتاویٰ علماء کرام سے بھی استفادہ کیا، اور انہوں نے اعزازی طور پر اس تحقیقی کام میں بھرپور تعاون فرمایا:

۱۔۔۔مولانا مفتی اصغر علی صاحب — نائب مفتی دارالعلوم کراچی

۲۔۔۔مولانا مفتی عبدالمنان صاحب — نائب مفتی دارالعلوم کراچی

۳۔۔۔مولانا عصمت اللہ صاحب — رفیق دارالافتاء دارالعلوم کراچی

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہے کہ اس کام کے لئے جن مختلف اور متفرق میدانوں کے ماہرین سے مشاورت کی ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان سب میدانوں کے ماہرین کی شرکت، بھرپور تعاون اور رہنمائی اس کمیٹی کو حاصل رہی۔

اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ، کونسل کے ۱۴۰ ویں اجلاس، منعقدہ اسلام آباد، ۲۹۔۳۰ رجنوری ۲۰۰۰ء میں بصورت ذیل پیش کی:

۱) اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۹۸۲ء میں "مجموعۂ ضابطۂ دیوانی ۱۹۰۸ء" (The Code Of Civil Procedure,1908) سے متعلق جو ترمیمی سفارشات منظور کی تھیں، (مطبوعہ جنوری ۱۹۸۳ء) ان کو بھی کمیٹی نے اپنی رپورٹ کا جزو بنالیا۔

۲) کونسل نے ۱۹۹۲ء میں بلوچستان کی قاضی عدالتوں کے نظام سے متعلق جو رپورٹ اور تجاویز منظور کی تھیں، ان کی مکمل تائید کرتے ہوئے، ان کو بھی کمیٹی نے اپنی رپورٹ کا حصہ بنا کر ساتھ منسلک کیا۔

۳) کمیٹی نے اپنے مسلسل اور طویل وعمیق غور وفکر اور تحقیق ومشاورت کے نتیجے میں مجموعۂ ضابطۂ دیوانی (C.P.C) میں مزید بہت سی ضروری ترمیمات کے لئے مفصل سفارشات اپنی اس رپورٹ میں شامل کیں۔ یعنی جن دفعات (Sections)، شقوں (Clauses)، احکام (Orders) اور قواعد (Rules) کے بارے میں کونسل نے ۱۹۸۲ء میں سکوت اختیار کیا تھا، کمیٹی نے ان میں سے بھی بہت سی دفعات، شقوں، احکام، اور قواعد میں اہم ترامیم تجویز کیں۔ اس طرح یہ رپورٹ جو اس وقت آپ کے سامنے

ہے،کونسل کے ۱۹۸۲ء سے لے کر جنوری ۲۰۰۰ء تک کے پورے کام پر محیط ہے۔البتہ کمیٹی نے اپنی اس رپورٹ میں کونسل کی ۱۹۸۲ء کی منظور کردہ بعض سفارشات سے کہیں کہیں جزوی اختلاف کیا تھا۔

کمیٹی کی یہ مکمل رپورٹ اپنے منسلکات کے ساتھ کونسل کے ۱۴۰ ویں اجلاس میں زیرِغور آئی، کونسل نے باتفاق رائے کمیٹی کی سفارشات کو بعینہ منظور کرلیا،سوائے اس کے کہ کمیٹی نے جہاں جہاں کونسل کی ۱۹۸۲ء کی سفارشات سے اختلاف کیا تھا، ان میں سے بعض مقامات پر کونسل نے کمیٹی کی رائے سے اتفاق کیا، اور بعض مقامات پر کمیٹی کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کونسل کی ۱۹۸۲ء کی سفارشات کو بعینہ برقرار رکھا۔

اگلے صفحات میں جو رپورٹ آپ کے سامنے آرہی ہے، یہ اسلامی نظریاتی کونسل کی منظور کردہ رپورٹ ہے، جسے کونسل نے اپنے ۱۴۰ ویں اجلاس منعقدہ اسلام آباد، ۲۹۔۳۰ رجنوری ۲۰۰۰ء میں متفقہ طور پر منظور کیا ہے۔

کونسل نے اسی اجلاس میں ایک فیصلہ یہ کیا کہ وہ جلد ہی مندرجہ ذیل قوانین کا بھی قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لے گی، کیونکہ ان کا تعلق بھی فی الجملہ دیوانی مقدمات سے ہے:

1. Law Reforms Ordinance, 1972
2. Supreme Court Rules , 1980
3. High Court Rules And Orders
4. Sind Chief Court Rules (Orignal Side)
5. Sind Civil Court Rules 1955.
6. Bluchistan Civil Litigation Shariah Application) Regulation , 1976
7. FATA Laws.

8. Provincial Small Cause Courts Act, 1987.

9. The Banking Companies (Recovery of Loans , Advances , Credits and Finance)ACT , 1979

10. Legal Practitioners and Bar Council Act, 1973.

دیوانی مقدمات کے متعلق کونسل کی دواضافی سفارشات:

کونسل نے اپنے ۱۴۰ ویں مذکورہ بالا اجلاس ہی میں "مجموعہ ضابطہ دیوانی "(C.P.C) کے لئے ترمیمی سفارشات منظور کرنے کے علاوہ، جو آگے آئیں گی، کمیٹی ہی کی تجویز پر دو اہم سفارشات مزید طے کی ہیں، جن کا تعلق مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء (C.P.C) سے براہ راست تو نہیں، لیکن دیوانی مقدمات سے بہر حال گہرا تعلق ہے۔ وہ دو سفارشات یہ ہیں:

۱۔۔۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے فروری ۱۹۹۳ء میں بلوچستان کی قاضی عدالتوں کے بارے میں جو رپورٹ اور سفارشات منظور کی تھیں، ان کی مکمل تائید کرتے ہوئے کونسل پھر سفارش کرتی ہے کہ ان کے مطابق عمل کیا جائے۔

۲۔۔۔ مجموعۂ ضابطۂ دیوانی، ۱۹۰۸ء دفعہ ۲ (۱۵) کے ضمن میں کمیٹی کی اس سفارش پر کہ "ایک عالم دین جو شریعت کا گہرا علم رکھتا ہے، اسے بھی عدالت میں بطور وکیل اور ایڈووکیٹ پیش ہونے کا حق حاصل ہونا چاہیے" کونسل نے یہ طے کیا کہ دینی مدارس کی سندات، جنہیں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے ایم اے عربی/اسلامیات کے مساوی تعلیم کیا ہو، کے حامل فضلاء کو ایل ایل بی کے امتحان میں بیٹھنے کی اجازت ہونی چاہئے۔" (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ ۳)

اس رپورٹ کے مشمولات اور ان کی باہمی ترتیب:

آگے مجموعۂ ضابطہ دیوانی، ۱۹۰۸ء میں ترمیمات سے متعلق کونسل کی مفصل سفارشات آرہی ہیں، جن کے بیان میں مندرجہ ذیل ترتیب رکھی گئی ہے:

۱)　　مجموعہ ضابطہ دیوانی کی جس دفعہ (Section) یا اس کی کسی شق (Clause) میں، اور جس حکم (Order) یا اس کے کسی قاعدے (Rule) میں کوئی ترمیم، تبدیلی یا تنسیخ تجویز کی گئی ہے، اس کا اصل انگریزی متن بعینہ اس سے پہلے نقل کردیا گیا ہے۔

۲)　　انگریزی متن کے نیچے پروفیسر خلیل احمد کلیم کے اردو ترجمہ (مطبوعہ لبنٰی پبلیکیشنز، کراچی، ۱۹۷۱ء) کا متن بعینہٖ نقل کردیا گیا ہے۔ (البتہ بعض مقامات پر منیر احمد کیانی کے ترجمہ، مطبوعہ فیڈرل لاء ہاوس، راولپنڈی، ۱۹۹۹ء پر انحصار کیا گیا ہے)۔

۳)　　چونکہ اسلامی نظریاتی کونسل پہلے بھی ۱۹۸۲ء میں مجموعہ ضابطہ دیوانی، ۱۹۰۸ء کا جائزہ لے کر اہم سفارشات وتجاویز اپنی پانچویں رپورٹ (مطبوعہ جنوری، ۱۹۸۳ء) میں دے چکی ہے۔ لہٰذا جس دفعہ (Section) یا حکم (Order) وغیرہ میں کونسل نے اپنی پانچویں رپورٹ میں کوئی تجویز یا سفارش دی تھی، کونسل کی اس سابقہ سفارش کو نئی رپورٹ میں بھی بعینہٖ اسی دفعہ یا آرڈر کے تحت نقل کردیا گیا ہے۔

۴)　　جن دفعات (Sections) اور احکام (Orders) وغیرہ کے بارے میں کونسل کی سابقہ (پانچویں) رپورٹ میں سکوت تھا، کونسل نے اپنی اس نئی رپورٹ منظور کردہ جنوری ۲۰۰۰ء میں ان میں سے بھی بہت سی دفعات، شقوں احکام اور قواعد میں اہم ترامیم تجویز کی ہیں۔

جس دفعہ یا آرڈر کے تحت کونسل کی کوئی سابقہ سفارش درج نہیں، وہاں سمجھا جائے کہ کونسل نے اپنی پانچویں رپورٹ میں سکوت اختیار کیا تھا۔

۵)　　کونسل نے اس تازہ رپورٹ میں مجموعہٗ ضابطہٗ دیوانی، ۱۹۰۸ء کی صرف ان

دفعات، شقوں، احکام اور قواعد کا انگریزی و اردو متن نقل کیا ہے، جن میں کونسل نے اپنی پانچویں رپورٹ میں یا زیرِنظر رپورٹ میں ترمیم یا تنسیخ کی سفارش کی ہے۔

مجموعہ ضابطۂ دیوانی، ۱۹۰۸ء (C.P.C) کی جن دفعات، شقوں، احکام اور قواعد کا ذکر کونسل کی اس نئی رپورٹ میں نہ پایا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کونسل نے پانچویں یا زیرِنظر رپورٹ تیار کرتے وقت ان میں کوئی بات خلاف شریعت نہیں پائی۔

۶) کونسل نے اپنی تجاویز وسفارشات کی بنیاد قرآن وسنت کو بنایا ہے اور بقدر ضرورت دلیل بھی ساتھ ذکر کی ہے، البتہ جن ترامیم کی بنیاد بالکل واضح تھی، ان مقامات میں دلائل ذکر کرنے کی پابندی نہیں کی گئی۔

۷) کونسل نے جن مواقع میں ترمیم یا تنسیخ تجویز کی ہے، ان میں بیشتر مواقع ایسے ہیں، جہاں مندرجہ ذیل خرابیوں میں سے کوئی خرابی پائی گئی:

(الف) قرآن وسنت کی تعلیمات سے انحراف۔

(ب) انصاف میں غیر ضروری تاخیر۔

(ج) انصاف کے حصول میں دشواری اور فریقین پر بے جا مالی مصارف کا بار۔

(د) افراد وطبقات کے درمیان عدم مساوات اور بعض طبقات کے لئے ناجائز مراعات۔

(ھ) فریقین میں سے کسی فریق پر سود کی ادائیگی لازم کرنا یا کسی فریق کو سود کا حق دار قرار دینا۔

(و) نابالغ اور مجنون افراد کے حقوق کے تحفظ میں کوتاہی۔

چونکہ یہ خرابیاں قرآن وسنت کی رو سے واضح طور پر ممنوع اور ناجائز ہیں (ملاحظہ ہو رپورٹ ہذا کا عنوان "ناانصافی سے اجتناب اور عدل وانصاف کی تاکید۔ آیات واحادیث")، اس لئے بیشتر مواقع میں صرف ان خرابیوں کا حوالہ دینا کافی سمجھا گیا ہے اور قرآن وسنت کی جن نصوص میں ان خرابیوں کا ذکر ہے، ان کا ہر جگہ اعادہ

ضروری نہیں سمجھا گیا ہے۔

۸۔۔۔ مجموعہ ضابطہ دیوانی سے متعلق سفارشات کے بعد اس رپورٹ کے آخر میں بطور ضمیمہ، بلوچستان کی قاضی عدالتوں سے متعلق، کونسل کی وہ رپورٹ اور سفارشات بعینہا ملحق کردی گئی ہیں، جو کونسل نے فروری ۱۹۹۳ء میں منظور کی تھیں اور ۱۹۹۲ء و ۱۹۹۳ء کی سالانہ رپورٹ میں شائع ہوئی تھیں۔

جس وقت نظر، نکتہ رسی اور وسعتِ مشاورت سے یہ کام انجام دیا گیا ہے، اس کے بعد کونسل قوی امید رکھتی ہے اور اس امید کے قائم کرنے میں خود کو حق بجانب سمجھتی ہے کہ ان سب سفارشات کے مطابق اگر ضابطہ دیوانی میں ترامیم نافذ کردی گئیں، تو ان شاء اللہ دیوانی مقدمات کی اُن ساری خرابیوں کا ازالہ ممکن ہوجائے گا جن کا ذکر پیچھے آچکا ہے، جو حکومت یہ کام کرے گی، اس کے لئے یہ عظیم صدقہ جاریہ بنے گا۔

والله المستعان وعليه التكلان.

اللهم احسن عاقبتنا فی الامور کلها ، واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الآخرة ، اللهم صل وسلم علی سیدنا ومولانا محمد عبدک ورسولک رحمة للعالمین وعلی آله واصحابه وازواجه اجمعین ، ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین .

محمد رفیع عثمانی
رکن اسلامی نظریاتی کونسل
وکنوینر "کمیٹی برائے جائزہ ضابطۂ دیوانی"

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

﴿...... اٰیاتھا ۱۲۰	سورۃ المائدۃ	...... رکوعاتھا ۱۶ ......﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوالات نہ کیا کرو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں، اور اگر تم ان کے بارے میں ایسے وقت سوالات کروگے جب قرآن نازل کیا جارہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کردی جائیں گی [1]۔ (البتہ) اللہ نے پچھلی باتیں معاف کردی ہیں۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا بردبار ہے (۱۰۱)

(۱) آیت کا مطلب یہ ہے کہ اوّل تو جن باتوں کی کوئی خاص ضرورت نہ ہو، ان کی کھوج میں پڑنا فضول ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض اوقات کوئی حکم مجمل طریقے سے آتا ہے۔ اگر اس حکم پر اسی اجمال کے ساتھ عمل کرلیا جائے تو کافی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس میں مزید تفصیل کرنی ہوتی تو وہ خود قرآن کریم یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ذریعے کردیتا۔ اب اس میں بال کی کھال نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر نزولِ قرآن کریم کے زمانے میں اس کا کوئی سخت جواب آجائے تو خود تمہارے لئے مشکلات کھڑی ہوسکتی ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے شانِ نزول میں ایک واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حج کا حکم آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتایا تو ایک صحابی نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا حج عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے، یا ہر سال کرنا فرض ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال پر ناگواری کا اظہار فرمایا۔ وجہ یہ تھی کہ حکم کے بارے میں اصل یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود یہ صراحت نہ کی جائے کہ اس پر بار بار عمل کرنا ہوگا (جیسے نماز روزے اور زکوٰۃ میں یہ صراحت موجود ہے) اس وقت تک اس پر صرف ایک بار عمل کرنے سے حکم کی تعمیل ہوجاتی ہے، اس لئے اس سوال کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ آپ نے صحابی سے فرمایا کہ اگر میں تمہارے جواب میں یہ کہہ دیتا کہ ہاں ہر سال فرض ہے تو واقعی پوری اُمت پر وہ ہر سال فرض ہوجاتا۔

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ۝ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۝ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ۝

تم سے پہلے ایک قوم نے اس قسم کے سوالات کئے تھے، پھر ان (کے جو جوابات دیئے گئے ان) سے منکر ہو گئے۔ (۱) (۱۰۲) اللہ نے کسی جانور کو نہ بحیرہ بنانا طے کیا ہے، نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حامی (۲)، لیکن جن لوگوں نے کفر اپنایا ہوا ہے، وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگوں کو صحیح سمجھ نہیں ہے (۱۰۳) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کلام نازل کیا ہے، اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ، تو وہ کہتے ہیں کہ: "ہم نے جس (دین پر) اپنے باپ دادوں کو پایا ہے، ہمارے لئے وہی کافی ہے۔" بھلا اگر ان کے باپ دادے ایسے ہوں کہ نہ ان کے پاس کوئی علم ہو، اور نہ کوئی ہدایت تو کیا پھر بھی (یہ انہی کے پیچھے چلتے رہیں گے؟) (۱۰۴)

---

(۱) اس سے غالباً یہودیوں کی طرف اشارہ ہے جو شریعت کے احکام میں اسی قسم کی بال کی کھال نکالتے تھے، اور جب ان کے اس عمل کے نتیجے میں ان پر پابندیاں بڑھتی تھیں تو انہیں پورا کرنے سے عاجز ہو جاتے، اور بعض اوقات ان کی تعمیل سے صاف انکار بھی کر بیٹھتے تھے۔

(۲) یہ مختلف قسم کے نام ہیں جو زمانۂ جاہلیت کے مشرکین نے رکھے ہوئے تھے۔ بحیرہ اس جانور کو کہتے تھے جس کے کان چیر کر اس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کر دیا جاتا تھا۔ سائبہ وہ جانور تھا جو بتوں کے نام کر کے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا، اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا حرام سمجھا جاتا تھا۔ وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جو لگاتار مادہ بچے جنے، بیچ میں کوئی نر نہ ہو۔ ایسی اونٹنی کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ اور حامی وہ نر اونٹ ہوتا تھا جو ایک خاص تعداد میں جفتی کر چکا ہو۔ اسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ

اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو۔ اگر تم صحیح راستے پر ہو گے تو جو لوگ گمراہ ہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے (۱)۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا عمل کرتے رہے ہو۔ (۱۰۵) اے ایمان والو! (۲) جب تم میں سے کوئی مرنے کے قریب ہو تو وصیت کرتے وقت آپس کے معاملات طے کرنے کے لئے گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ تم میں سے دو دیانت دار آدمی ہوں (جو تمہاری وصیت کے گواہ بنیں) یا اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو، اور وہیں تمہیں موت کی مصیبت پیش آجائے تو غیروں (یعنی غیر مسلموں) میں سے دو شخص ہو جائیں۔ پھر اگر تمہیں کوئی شک پڑ جائے تو ان

(۱) کفار کی جو گمراہیاں پیچھے بیان ہوئی ہیں، ان کی وجہ سے مسلمانوں کو صدمہ ہوتا تھا کہ اپنی ان گمراہیوں کے خلاف واضح دلائل آجانے کے بعد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بار بار سمجھانے کے باوجود یہ لوگ اپنی گمراہیوں پر جمے ہوئے ہیں۔ اس آیت نے ان حضرات کو تسلی دی ہے کہ تبلیغ کا حق ادا کرنے کے بعد تمہیں ان کی گمراہیوں پر زیادہ صدمہ کرنے کی ضرورت نہیں، اور اب زیادہ فکر خود اپنی اصلاح کی کرنی چاہئے۔ لیکن جس بلیغ انداز میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے، اس میں ایک تو ان لوگوں کے لئے ہدایت کا بڑا سامان ہے جو ہر وقت دوسروں پر تنقید کرنے اور ان کے عیب تلاش کرنے میں تو بڑے شوق سے مشغول رہتے ہیں، مگر خود اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کی زحمت نہیں اُٹھاتے۔ ان کو دوسروں کا تو چھوٹے سے چھوٹا عیب آسانی سے نظر آجاتا ہے، مگر خود اپنی بڑی سے بڑی برائی کا احساس نہیں ہوتا۔ ہدایت یہ دی گئی ہے کہ اگر بالفرض تمہاری تنقید صحیح بھی ہو، اور دوسرے لوگ گمراہ بھی ہوں تب بھی تمہیں تو اپنے اعمال کا جواب دینا ہے، اس لئے اپنی فکر کرو، اور دوسروں پر تنقید کی فکر میں نہ پڑو۔ اس کے علاوہ جب معاشرے میں بد عملی کا چلن عام ہو جائے، تو اس وقت اصلاح کی طرف لوٹنے کا بھی بہترین نسخہ یہی ہے کہ ہر شخص دوسروں کے طرزِ عمل کو دیکھنے کے بجائے اپنی اصلاح کی فکر میں لگ جائے۔ جب افراد میں اپنی اصلاح کی فکر پیدا ہو گی تو چراغ سے چراغ جلے گا، اور رفتہ رفتہ معاشرہ بھی اصلاح کی طرف لوٹے گا۔

(۲) یہ آیات ایک خاص واقعے کے پس منظر میں نازل ہوئی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان جس کا نام بدیل

بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَ لَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ

دو گواہوں کو نماز کے بعد روک سکتے ہو، اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم اس گواہی کے بدلے کوئی مالی فائدہ لینا نہیں چاہتے، چاہے معاملہ ہمارے کسی رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو، اور اللہ نے ہم پر جس گواہی کی ذمہ داری ڈالی ہے، اس کو ہم نہیں چھپائیں گے، ورنہ ہم گنہگاروں میں شمار ہوں گے (۱۰۶) پھر بعد میں اگر یہ پتہ چلے کہ انہوں نے (جھوٹ بول کر) اپنے اُوپر گناہ کا بوجھ اُٹھالیا ہے تو اُن لوگوں میں سے دو آدمی ان کی جگہ (گواہی کے لئے) کھڑے ہو جائیں جن کے خلاف ان پہلے دو آدمیوں نے گناہ اپنے سر لیا تھا[1]، اور وہ اللہ کی قسم

تھا، تجارت کی غرض سے اپنے دو عیسائی ساتھیوں تمیم اور عدی کے ساتھ شام گیا۔ وہاں پہنچ کر وہ بیمار ہو گیا، اور اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ بچ نہیں سکے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے دو ساتھیوں کو وصیت کی کہ میرا سارا سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ ساتھ ہی اس نے یہ ہوشیاری کی کہ سارے سامان کی ایک فہرست بنا کر خفیہ طور سے اسی سامان کے اندر چھپا دی۔ عیسائی ساتھیوں کو فہرست کا پتہ نہ چل سکا۔ انہوں نے سامان وارثوں کو پہنچایا، مگر اس میں ایک چاندی کا پیالہ تھا جس پر سونے کا ملمع چڑھا ہوا تھا، اور جس کی قیمت ایک ہزار درہم بتائی گئی ہے، وہ نکال کر اپنے پاس رکھ لیا۔ جب وارثوں کو بدیل کی بنائی ہوئی فہرست سامان میں سے ہاتھ لگی تو ان کو اس پیالے کا پتہ چلا، اور انہوں نے تمیم اور عدی سے مطالبہ کیا، انہوں نے صاف قسم کھالی کہ ہم نے سامان میں سے کوئی چیز نہ لی ہے، نہ چھپائی ہے۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد بدیل کے وارثوں کو پتہ چلا کہ وہ پیالہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں ایک سنار کو فروخت کیا ہے۔ اس پر تمیم اور عدی نے اپنا موقف بدلا اور کہا کہ دراصل یہ پیالہ ہم نے بدیل سے خرید لیا تھا، اور چونکہ خریداری کا کوئی گواہ ہمارے پاس نہیں تھا اس لئے ہم نے پہلے اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اب چونکہ وہ خریداری کے مدعی تھے، اور مدعی پر لازم ہوتا ہے کہ وہ گواہ پیش کرے، اور یہ پیش نہ کر سکے تو قاعدے کے مطابق وارثوں میں سے بدیل کے قریب ترین دو عزیزوں نے قسم کھائی کہ پیالہ بدیل کی ملکیت تھا، اور یہ عیسائی جھوٹ بول رہے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فیصلہ کر دیا اور عیسائیوں کو پیالے کی قیمت دینی پڑی۔ یہ فیصلہ اسی آیت کریمہ کی روشنی میں ہوا جس میں اس قسم کی صورت حال کے لئے ایک عام حکم بھی بتا دیا گیا۔

(۱) یہ ترجمہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اختیار کردہ تفسیر پر مبنی ہے جس کی رو سے "الاولیان" سے مراد پہلے دو گواہ ہیں جنہوں

لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ مَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝

کھائیں کہ ہماری گواہی ان پہلے دو آدمیوں کی گواہی کے مقابلے میں زیادہ سچی ہے، اور ہم نے (اس گواہی میں) کوئی زیادتی نہیں کی ہے، ورنہ ہم ظالموں میں شمار ہوں گے (۱۰۷) اس طریقے میں اس بات کی زیادہ اُمید ہے کہ لوگ (شروع ہی میں) ٹھیک ٹھیک گواہی دیں یا اس بات سے ڈریں کہ (جھوٹی گواہی کی صورت میں) ان کی قسموں کے بعد لوٹا کر دوسری قسمیں لی جائیں گی (جو ہماری تردید کر دیں گی)۔ اور اللہ سے ڈرو، اور (جو کچھ اس کی طرف سے کہا گیا ہے اسے قبول کرنے کی نیت سے) سنو۔ اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۱۰۸)

نے خیانت کی تھی۔ وهذا التفسير اولىٰ حسب قرائة "استحق" على البناء للفاعل كما هو قرائة حفص ، بالنظر الى إعراب الآية ۔ أما التفسير الذى جعل "الأوليان" صفة للورثة، فوجهه فى الإعراب خفى جدا، لأنه لايظهر فيها فاعل "استحق" إلا بتكلف ، وراجع روح المعانى والبحر المحيط والتفسير الكبير ، نعم يظهر ذلک التفسير فى قرائة "استحق "على البناء للمفعول ۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس ــــــــــ جامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(آٹھویں قسط)

حج کے بعد بھی کچھ دن مکہ مکرمہ میں رہنا ہوا، اور ان دنوں میں، میں اپنی والدہ صاحبہ، رحمۃ اللہ علیہا، کو طواف کے لئے لے جاتا، اور طواف کی دعائیں مجھے تقریباً سب یاد ہوگئی تھیں، وہ میں زور زور سے پڑھتا رہتا، اور بہت سی خواتین بھی وہ دعائیں دہراتی جاتی تھیں۔

مکہ مکرمہ اُس وقت چھوٹا سا شہر تھا، اور ہماری پہنچ حرم شریف کے باہر اپنے قریب ایک مسقف بازار تک تھی، جس کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ "سوق المدعیٰ "یا" سوق اللیل " کہلاتا تھا۔(اب نئی توسیع میں یہ بازار بھی ختم ہوگیا ہے) حاجی صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے صاحب زادے ہمارے دوست بن چکے تھے، (اور آجکل ان کے بیٹے یعنی حاجی صاحب مرحوم کے پوتے) عطریات کی مشہور دوکان "السرتی" کے مالک ہیں) وہ کبھی کبھی ہمیں اس بازار میں لے جایا کرتے تھے۔اُس زمانے میں پاکستانی روپیہ سولہ آنے کا ہوتا تھا، اور ایک ریال کی قیمت بیس آنے تھی، اور اُس بازار میں ایک ریال میں ایک شربت ملا کرتا تھا، جو مجھے بہت پسند تھا۔ جو وقت طواف کرنے یا کرانے سے بچتا، اس میں باہر نکل کر وہ شربت پینے کے سوا کوئی اور مصروفیت نہیں تھی۔

مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ منورہ جانے کا وقت آیا، تو معلوم ہوا کہ وہاں جانے کے لئے پکی سڑک موجود نہیں ہے، اور بس میں جانا خطرے سے خالی نہیں، کیونکہ کچی سڑک پر جب ڈرائیور گاڑی دوڑاتے ہیں، تو بسااوقات مسافروں کے سروں کے چھت سے ٹکرانے کی وجہ سے لوگ زخمی ہوجاتے ہیں، اور وقت بھی بہت زیادہ لگتا ہے۔اس لئے حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے جہاز سے سفر کرنے کا فیصلہ کیا۔اس کیلئے دوبارہ جدہ پہنچے۔ معلوم ہوا کہ جہاز مغرب کے قریب کسی وقت روانہ ہوگا۔ چنانچہ ہم عصر کے قریب ہوائی اڈے پہنچے۔ ہوائی اڈہ کیا تھا؟ چھوٹی سی عمارت تھی، اور اُس میں اتنی جگہ نہیں تھی کہ مسافروں کو انتظار کیلئے بٹھایا

جاسکے۔اس لئے تمام مسافروں کو عمارت کے باہر ریت پر بیٹھ کر انتظار کرنا تھا۔ہم سب وہیں کپڑا بچھا کر بیٹھ گئے۔میرے لئے یہ ہوائی جہاز میں بیٹھنے کا پہلا موقع تھا، اس لئے مدینہ منورہ کی حاضری کے اشتیاق کے علاوہ یہ بچکانہ شوق بھی شامل تھا کہ اس نئی سواری میں سفر ہوگا۔مغرب کے قریب کسی وقت جہاز کی روانگی کا اعلان تھا، لیکن مغرب کے بعد وہیں بیٹھے بیٹھے عشاء ہوگئی، مگر جہاز کی روانگی کا کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔عشاء کے بعد بھی انتظار کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ بہت رات بیت گئی، اور مسافر سونے لگے۔

رات بارہ بجے کے قریب جہاز کا ایک نمائندہ آیا، اُس کے پاس مسافروں کی فہرست تھی۔اُس نے ایک ایک مسافر کا نام پکار کر حاضری لینی شروع کی، لیکن آخر میں کسی خاتون کے نام کے ساتھ "مسماۃ" لکھا ہوا تھا، وہ اُسے بھی کسی کا نام سمجھا، اور بار بار "مسماۃ" "مسماۃ" پکارتا رہا، اس نام پر کوئی جواب کیا آتا؟ چنانچہ وہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک "یہ نام" پکارتا ہی چلا گیا۔آخر میں شاید بھائی جان نے اُسے سمجھایا کہ یہ کوئی نام نہیں ہے، بلکہ خواتین کے ناموں کے ساتھ یہ لفظ لکھا جاتا ہے۔بہرحال! اُس کے حاضری لینے سے کچھ امید بندھی کہ شاید اب جہاز میں سوار ہونے کے لئے بلایا جائے، لیکن اُس کے جانے کے بعد بھی کئی گھنٹے گذر گئے، اور کوئی بلانے نہ آیا، یہاں تک کہ پوری رات اسی طرح گذر گئی۔جب صبح صادق کا وقت قریب آیا، تو معلوم ہوا کہ اب جہاز روانہ ہونے والا ہے، اور مسافروں کو جہاز میں بٹھایا جارہا ہے۔حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے فرمایا کہ اب جہاز میں بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز قضا ہو، اس لئے قصداً اتنی دیر مزید رکے رہے کہ فجر کی نماز پڑھی جاسکے۔نماز کے بعد جہاز میں سوار ہوئے۔یہ ایک چھوٹا سا ڈکوٹا طیارہ تھا، اور میرے لئے کسی فضائی سفر کا پہلا اتفاق تھا، اس لئے میں اس سے خوب خوب محظوظ ہوا۔

مدینہ منورہ کا رن وے اُس وقت پکا نہیں تھا، بلکہ بجری کا بنا ہوا تھا۔جہاز کا پہیہ جب زمین سے لگا تو فضا میں بہت سی بجری اُڑی، اور پھر جہاز اُترنے کے بجائے دوبارہ اوپر اُٹھ گیا، پھر کچھ بلندی پر جاکر اُس کا پہیہ دوبارہ زمین سے لگا، لیکن ایک بار پھر اُترنے کے بجائے پھر اوپر چلا گیا۔ایسا شاید تین یا چار مرتبہ ہوا، اور اُس کے بعد وہ زمین پر اُتر سکا۔میں نے یہ سمجھا کہ شاید جہاز اسی طرح ہمیشہ اُترا کرتا ہوگا، لیکن بعد میں پتہ چلا کہ جہاز میں کوئی خرابی تھی جس کی وجہ سے ایمرجنسی بھی پیدا ہوسکتی تھی۔اللہ تعالیٰ کا کرم تھا کہ تیسری یا چوتھی کوشش میں وہ اُترنے میں کامیاب ہوگیا۔نیچے اترے تو دیکھا کہ مدینہ منورہ کے ہوائی اڈہ پر ایک چھوٹے سے کمرے

کے سوا کوئی عمارت نہیں تھی۔

میری عمر کا اُس وقت آٹھواں سال تھا، لیکن شروع ہی سے مدینہ منورہ کی محبت دل میں سمائی ہوئی تھی، اور اس مقدس شہر میں حاضری ایک سہانا خواب معلوم ہورہی تھی۔ اُس وقت مسجد نبوی (علی صاحبہ السلام) کا شمالی دروازہ جو باب المجیدی کہلاتا تھا، ترکی عمارت کے پہلے صحن کے کنارے ہوتا تھا، یعنی مسجد کی لمبائی موجودہ لمبائی کا بمشکل چھٹا حصہ ہوگی۔ دروازے کے سامنے تھوڑے سے کھلے حصے کے بعد ایک سرنگ نما راستہ تھا جس کے دونوں طرف دوکانیں بھی تھیں، اُس کے بعد ایک عمارت "اصطفا منزل" کہلاتی تھی جو حضرت والد صاحبؒ کے ایک دوست اور لکھنو کے ایک متدین تاجر حاجی اصطفا خان صاحب مرحوم نے حجاج اور زائرین کے مفت قیام کیلئے بنائی ہوئی تھی۔ ہمارا قیام اسی کے تہ خانے میں ہوا۔ اس تہ خانے کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں ایک کنواں تھا، اور یہ وہی کنواں تھا جو حضرت ابوطلحہ انصاری، رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ میں واقع تھا، اور اُسے بیرحاء یا بئر طلحہ کہا جاتا تھا۔ جب سورۂ آل عمران کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

"تم ہرگز نیکی کا مقام حاصل نہیں کروگے جب تک اُن چیزوں میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں"۔

صحابۂ کرام، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اس بات کے بہت خواہش مند رہتے تھے کہ نیکی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ چنانچہ ان میں سے تقریباً ہر ایک نے یہ جائزہ لینا شروع کیا کہ اسے اپنے مال میں سے کون سا مال زیادہ پسند اور محبوب ہے۔ پھر ہر صحابی نے اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے صدقہ کرنی شروع کردیں۔ اس کے بہت سے واقعات روایتوں میں آئے ہیں[۱]۔ انہی میں سے حضرت ابوطلحہ انصاری، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بھی تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے اپنا باغ بیرحاء سب سے زیادہ محبوب ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ وہ صدقہ کردوں۔ آپ نے فرمایا کہ: "واہ! وہ تو بڑا نفع بخش مال ہے، اور میری رائے ہے کہ وہ تم اپنے رشتہ داروں کو صدقہ کردو" چنانچہ

۱۔ ان روایتوں کی تفصیل تفسیر معارف القرآن ج ۲ ص ۱۰۸ میں چوتھے پارے کی پہلی آیت کے تحت دیکھی جاسکتی ہے۔

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ صحیح بخاریؒ کی حدیث میں ہے کہ یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے واقع تھا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، کو اس کے کنویں کا پانی بہت پسند تھا، اور آپ وہ شوق سے پیا کرتے تھے۔ یہ سعادت ہمارے حصے میں آئی کہ اس بابرکت کنویں کے قریب ہمیں دو مرتبہ قیام کی توفیق ہوئی، اور اُس کنویں کی برکتوں سے ہم سیراب ہوئے۔ اب اصطفا منزل کی وہ عمارت اور وہ کنواں مسجد کے توسیع شدہ حصے میں شامل ہوگئے ہیں۔

حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، ہمیں مسجد نبوی میں لے گئے، اُس کے ایک ایک حصے کا تعارف کرایا، اور پھر سرکار رسالت مآب، صلی اللہ علیہ وسلم، کے روضۂ اقدس پر حاضری اور سلام عرض کرنے کی توفیق ہوئی۔ مجھے پوری طرح یاد نہیں کہ ہم کتنے دن مدینہ منورہ میں رہے، لیکن غالباً آٹھ دن قیام رہا۔ اس دوران حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، ہمیں مختلف زیارتوں کے لئے لے گئے جن میں جنت البقیع کے بعد سب سے پہلے ہم احد پہاڑ کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ وہاں شہداء احد کو سلام عرض کیا، اور میں نے دیکھا کہ حضرت والد صاحبؒ، بھائی جان اور دوسرے رفقاء اس بات کا اندازہ لگاتے رہے کہ مشرکین کی فوج کہاں تھی، اور مسلمانوں کا لشکر کس طرف تھا، نیز وہ ٹیلہ جس پر آنحضرت، صلی اللہ علیہ وسلم، نے تیر اندازوں کو مقرر فرمایا تھا، وہ کونسا ٹیلہ تھا۔ اس ٹیلے کو "جبل الرماۃ" کہا جاتا ہے، اور اس بات کی تحقیق ہوتی رہی کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے کس طرف سے آکر اس ٹیلے پر حملہ کیا ہوگا؟ لیکن کوئی یقینی بات سامنے نہ آسکی۔ انہی زیارتوں کے دوران ہم مسجد قبلتین بھی گئے، یعنی وہ مسجد جس میں پہلی بار بیت المقدس کے بجائے کعبہ شریف کو قبلہ بنانے کے احکام آئے، اور نماز کے دوران ہی آنحضرت، صلی اللہ علیہ وسلم، نے اپنا رخ کعبہ شریف کی طرف پھیرلیا۔ اس وقت یہ ایک چھوٹی سی مسجد تھی، اور اس میں دو چھوٹی چھوٹی محرابیں ایک دوسری کے مقابل بنی ہوئی تھیں۔ ایک محراب شمال کی طرف یہ بتانے کے لئے تھی کہ نماز بیت المقدس کی طرف رخ کرکے شروع کی گئی تھی، اور دوسری محراب جنوب میں تھی جس کا رخ کعبہ شریف کی طرف تھا، اور نماز کے دوران ہی رخ اس طرف پھیرلیا گیا تھا۔ اسی طرح غزوۂ احزاب کی جگہ بھی حاضری ہوئی، اور میں نے اپنے بڑوں کو یہ اندازے لگاتے ہوئے دیکھا کہ خندق کس جگہ اور کہاں سے کہاں تک کھودی گئی ہوگی۔ نیز مسجد قبا حاضری ہوئی۔ اس وقت یہ بھی ایک چھوٹی سی مسجد تھی، اس کے اندر ایک خاص جگہ دیوار سے نکلا ہوا ایک سریا اس بات کی علامت تھی کہ اس جگہ حضور اقدس، صلی اللہ علیہ وسلم، امامت فرمایا کرتے تھے۔ نیز مسجد کے صحن میں بھی ایک چھوٹی سی محراب بنی ہوئی تھی جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی آکر بیٹھی تھی۔

مسجد قبا کے مغربی دروازے کے سامنے ایک باغ تھا۔ اسی باغ میں وہ مشہور کنواں تھا جس کا ذکر احادیث میں "بئر اریس" کے نام سے آیا ہے۔ صحیح بخاری میں اس کے بارے میں یہ روایت آئی ہے :

صحیح البخاری (۸:۵)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، قَالَ :أَخْبَرَنِي أَبُو مُوسَى الأَشْعَرِيُّ، أَنَّهُ تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ خَرَجَ، فَقُلْتُ :لأَلْزَمَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلأَكُونَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هَذَا، قَالَ :فَجَاءَ المَسْجِدَ فَسَأَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا :خَرَجَ وَوَجَّهَ هَا هُنَا، فَخَرَجْتُ عَلَى إِثْرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ حَتَّى دَخَلَ بِئْرَ أَرِيسٍ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ البَابِ، وَبَابُهَا مِنْ جَرِيدٍ حَتَّى قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ، فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى بِئْرِ أَرِيسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا، وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي البِئْرِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ البَابِ، فَقُلْتُ لَأَكُونَنَّ بَوَّابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اليَوْمَ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَدَفَعَ البَابَ، فَقُلْتُ :مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ :أَبُو بَكْرٍ، فَقُلْتُ :عَلَى رِسْلِكَ ثُمَّ ذَهَبْتُ، فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ؟ فَقَالَ :ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ .فَأَقْبَلْتُ حَتَّى قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ :ادْخُلْ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَمِينِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ فِي القُفِّ، وَدَلَّى رِجْلَيْهِ فِي البِئْرِ كَمَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ، وَقَدْ تَرَكْتُ أَخِي يَتَوَضَّأُ وَيَلْحَقُنِي، فَقُلْتُ :إِنْ يُرِدِ اللَّهُ بِفُلاَنٍ خَيْرًا -يُرِيدُ أَخَاهُ- يَأْتِ بِهِ، فَإِذَا إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ البَابَ، فَقُلْتُ :مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ :عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ، فَقُلْتُ عَلَى رِسْلِكَ، ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ :هَذَا عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ يَسْتَأْذِنُ؟ فَقَالَ :ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَجِئْتُ فَقُلْتُ :ادْخُلْ، وَبَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي القُفِّ عَنْ يَسَارِهِ، وَدَلَّى رِجْلَيْهِ فِي البِئْرِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ، فَقُلْتُ :إِنْ يُرِدِ اللَّهُ بِفُلاَنٍ خَيْرًا يَأْتِ بِهِ، فَجَاءَ إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ البَابَ، فَقُلْتُ :مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ :عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، فَقُلْتُ :عَلَى رِسْلِكَ، فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ :ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ فَجِئْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ :ادْخُلْ، وَبَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُكَ، فَدَخَلَ فَوَجَدَ القُفَّ قَدْ

مُلِءَ فَجَلَسَ وِجَاهَهُ مِنَ الشَّقِّ الآخَرِ قَالَ شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ" فَأَوَّلْتُهَا قُبُورَهُمْ"

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن یہ طے کیا کہ سارے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا۔ میں مسجد نبوی پہنچا، تو آپ کو نہیں پایا۔لوگوں نے ایک خاص سمت کی طرف اشارہ کر کے مجھے بتایا کہ آپ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ میں آپ کو اس سمت میں تلاش کرتے ہوئے چلا، تو آپ کو دیکھا کہ آپ بئر اریس میں تشریف لے گئے، پھر آپ نے قضائے حاجت کے بعد وضو فرمایا، اور اپنی مبارک پنڈلیاں کھولیں، اور اس کنویں کے بیچ میں پاؤں لٹکا کر تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں باغ کے دروازے پر پہنچا، اور کہا کہ آج میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دربانی کا فریضہ انجام دوں گا۔اتنے میں حضرت ابوبکر، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہاں تشریف لائے، اور دروازے کو دھکا دیا، میں نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: "ابوبکر "میں نے کہا" : ذرا ٹھہریے "پھر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، اور عرض کیا کہ "ابوبکر آئے ہیں، اور آپ سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ: انہیں بلالو، اور انہیں جنت کی خوشخبری دیدو۔ "چنانچہ وہ تشریف لائے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں واپس آکر دروازے پر بیٹھ گیا، میں اس وقت اپنے بھائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑ کر آیا تھا، میرے دل میں آیا کہ اگر وہ بھی اس وقت آجائیں تو اچھا ہو، (تاکہ میں ان کے لئے بھی اجازت لوں، اور انہیں بھی جنت کی خوشخبری مل جائے) لیکن اس مرتبہ دروازے پر حرکت ہوئی، تو حضرت عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، میں نے ان کے لئے اجازت مانگی، تو ان کو بھی آپ نے اجازت دی، اور ساتھ ہی جنت کی خوشخبری بھی عطا فرمائی۔ وہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔پھر حضرت عثمان، رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، آپ نے انہیں بھی اجازت دی، اور فرمایا کہ انہیں جنت کی بشارت دے دو، اور اس کے ساتھ ایک آزمائش کی بھی جو انہیں پیش آئے گی۔اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے کی جگہ نہیں رہی تھی، اس لئے وہ آپ کے سامنے کی طرف کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔حضرت سعید بن المسیب، رحمۃ اللہ علیہ، جو یہ حدیث حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کررہے ہیں، یہ واقعہ بیان کر کے فرماتے ہیں کہ مجھے اس میں یہ

اشارہ محسوس ہوا کہ وفات کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہما، کی قبریں تو آپ کے ساتھ بنیں، اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کی قبر ان حضرات کے ساتھ نہیں، بلکہ انکے سامنے بقیع میں بنی۔ (صحیح بخاری، مناقب)

حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، جب اس کنویں کے پاس پہنچے، تو آپ بھی اس میں پاؤں لٹکا کر بیٹھے، بھائی جان بھی، اور ان کی تقلید میں میں نے بھی ایسا ہی کیا۔

اس کنویں کی دوسری خاص بات یہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط بھیجنے کے لئے ایک انگوٹھی بنوائی تھی جس پر "محمد رسول اللہ" کے مبارک الفاظ نقش تھے۔ آپ کی وفات کے بعد یہ انگوٹھی حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہی، پھر حضرت عمرؓ کے پاس آئی، اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے پاس رہی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ یہ انگوٹھی پہنے ہوئے بئر اریس پر بیٹھے، اور ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر اسے الٹنے پلٹنے لگے۔ اتنے میں وہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم تین دن تک اسے کنویں میں تلاش کرتے رہے، وہ نہ ملی، تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنویں کا پورا پانی نکال کر دیکھا، تب بھی وہ نہ مل سکی۔ (صحیح بخاری، **باب هل يجعل نقش الخاتم ثلاثة أسطر**) اس لئے اس کنویں کو بئر الخاتم (انگوٹھی کا کنواں) بھی کہا جاتا ہے۔

اس کنویں پر حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے ساتھ آٹھ سال کی عمر میں پہلی بار حاضری ہوئی تھی، پھر ۱۹۶۳ء میں اور غالباً ۱۹۶۴ء میں بھی۔ اس کے بعد جب حاضری ہوئی تو حکومت نے اس باغ اور کنویں کو ختم کرکے سڑک میں شامل کر دیا۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران جنت البقیع بھی کئی بار حاضری ہوئی، وہ اس وقت زائرین کے لئے کھلا ہوتا تھا۔ اور یہ بھی یاد ہے کہ میرا ایک بچپن کا دانت وہاں ٹوٹا تھا تو میری والدہ صاحبہ، رحمہا اللہ تعالیٰ، نے فرمایا تھا کہ یہ دانت جنت البقیع میں دفن کردو، تاکہ کم از کم تمہارے جسم کا ایک حصہ جنت البقیع میں دفن ہوجائے۔ چنانچہ میں نے بڑے شوق سے جنت البقیع کی ایک جگہ زمین کھود کر دانت وہاں دفن کیا۔

اُس سفر حج کی بس یہی کچھ باتیں ہیں جو دھندلی دھندلی یاد رہ گئی ہیں۔ اور اُس کے بعد واپسی میں سفینۂ عرب کا سفر، اور یہ بات بھی کہ جہاز کے سفر ہی کے دوران یہ خبر ملی کہ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم جناب لیاقت علی خان صاحب مرحوم کو راولپنڈی کے کمپنی باغ میں شہید کر دیا گیا۔ ۱۶/اکتوبر ۱۹۵۱ء کی تاریخ تھی،

اور اس خبر کے ملتے ہی پورے جہاز میں صدمے کی ایک لہر دوڑ گئی۔ میں نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کی آنکھوں میں بھی آنسو دیکھے۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے خلیفہ حضرت حاجی محمد افضل صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، بھی اس جہاز میں ہم سفر تھے، اور جب وہ خبر پہنچی تو وہ حضرت والد صاحب قدس سرہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بھی آبدیدہ تھے، اور بار بار یہ جملہ ان کی زبان پر تھا کہ "اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے" حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، بھی یہ لفظ بار بار دہراتے تھے، اور مجھے یاد ہے کہ یہ لفظ میں نے سب سے پہلے اُسی وقت سنا تھا۔ جہاز کا جھنڈا کئی دن سرنگوں رہا، یہاں تک کہ جہاز کراچی کے ساحل تک پہنچ گیا۔

جاری ہے.....

☆☆☆

نمبر: الف-۱(۲۰۶)/۲۰۱۸ء-آر-سی آئی آئی/332 اسلام آباد، مورخہ ۲۰/اپریل، ۲۰۱۸ء

حکومت پاکستان
اسلامی نظریاتی کونسل
<><><><>

عنوان: "پیغام پاکستان" ۔۔۔ قومی بیانیہ / اعلامیہ

مکرمی و محترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

ایوان صدر، اسلام آباد میں بتاریخ ۱۶/جنوری ۲۰۱۸ء کو ایک پروقار تقریب میں "پیغام پاکستان" کے عنوان سے ایک قومی بیانیہ جاری کیا گیا۔ اس تقریب میں ملک بھر سے جید ترین علماء، تمام دینی مسالک اور دینی مدارس کے وفاقوں کے سربراہان شریک ہوئے۔ قومی بیانیہ پر مبنی یہ دستاویز تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔

قومی بیانیے کی دستاویز کی تیاری میں مفتی اعظم پاکستان جناب حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا کلیدی کردار رہا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبران بھی تقریب میں مدعو تھے، اس لحاظ سے یہ دستاویز ایک متفقہ موقف کی عکاس بھی ہے۔ اس بنا پر اسے مختلف فورمز پر بہت سراہا گیا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس نمبر ۲۱۱ بتاریخ یکم مارچ ۲۰۱۸ء میں بھی معزز ارکان کونسل نے اس بیانیے کے بارے میں اظہار خیال فرماتے ہوئے اس کی تائید و تحسین کی، اور ایک آئینی ادارہ ہونے کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی و دائرہ کار کی روشنی میں اس دستاویز کو قانونی حیثیت دلوانے اور موثر طریقے سے عام کرنے کے لیے متفقہ طور پر درج ذیل سفارشات منظور کیں:-

"اسلامی نظریاتی کونسل "پیغام پاکستان" میں پیش کیے گئے اعلامیے / بیانیے کی تائید و تحسین کرتی ہے، اس اعلامیے کے اجراء کو خوش آئند اور مستحسن اقدام قرار دیتی ہے۔
اعلامیے کو قانونی حیثیت دلوانے اور موثر طریقے سے عام کرنے کے لیے سفارش کرتی ہے کہ:-

(الف) پیغام پاکستان کو ایوان زیریں (قومی اسمبلی) ایوان بالا (سینیٹ) اور تمام صوبائی اسمبلیوں میں زیر بحث لایا جائے اور اس کی روشنی میں ضرورت کے مطابق مناسب قانون سازی کی جائے۔

(ب) مدارس اور یونیورسٹیوں کی تقریبات میں پیغام پاکستان کی تشہیر اور تحسین کے عمل کو آگے بڑھایا جائے جس کے لیے وفاق ہائے مدارس کے صدور و ناظمین اور یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز کے نام خطوط ارسال کیے جائیں۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن اس کو جامعات کے نصاب اور ماحول کا حصہ بنانے میں اپنا کردار ادا کرے۔

(ج) حکومت اسلام آباد، صوبائی حکومتوں اور دیگر شہروں میں "پیغام پاکستان" کے تعارف اور تشہیر کے لیے کل مسالک علماء و اساتذہ کے سیمینارز کا انعقاد کرے، تاکہ منبر و محراب کے ذریعے اس دستاویز کے مندرجات کی بہتر تفہیم کا انتظام ہو سکے۔

(Contd.........P/2)

46 Ataturk Avenue, Sector G-5/2, Islamabad Ph 051-9204736, FAX- 051-9217381 Email; chairman@cii.gov.pk, contact@cii.gov.pk

(2)

(د) پیغام پاکستان کو نصاب کا باقاعدہ حصہ بنایا جائے، علماء / اسکالرز، پروفیسرد حضرات اس انداز میں اس کی تدریس کریں اور مطالعہ کرائیں کہ طلباء کو پیغام پاکستان میں بیان کیے گئے موقف کی شرعی اور قانونی بنیادوں تک رسائی اور فہم حاصل ہو جائے۔ اس تجویز کو قابل عمل بنانے کے لیے وفاقی و صوبائی وزارت ہائے تعلیم کو خطوط لکھے جائیں۔

(ہ) پیغام پاکستان میں بیان کیے گئے اعلامیے / بیانیہ کو عوامی مکالمہ کا موضوع بنایا جائے، اس مقصد کے حصول کے لیے میڈیا کو اس حوالے سے پروگرام منعقد کروانے کی ہدایت کی جائے جس کے لیے پیمرا کو خط ارسال کیا جائے۔

(و) پیغام پاکستان کا بیانیہ، علماء کے بائیس نکات، علماء کرام کی طرف سے جاری کردہ ۲۰۱۰ء کا متفقہ فتویٰ اور پروفیسر خورشید احمد کی کتاب 'پارلیمنٹ، دستور اور عدلیہ' کو یکجا کر کے ایک کتابچہ شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے۔"

کونسل امید کرتی ہے کہ پیغام پاکستان کے عنوان سے قومی بیانیے کے سلسلے میں کونسل کی سفارشات پر آئین اور قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے متعلقہ اداروں کی جانب سے موثر عملدرآمد کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں گے۔

والسلام مع الاکرام

خیر اندیش

(قبلہ ایاز)

چیئرمین

محترم جناب مفتی محمد رفیع عثمانی،

مفتی اعظم پاکستان / صدر،

جامعہ دار العلوم کورنگی۔ ۱۴،

کراچی

46-Ataturk Avenue, Sector G-5/2, Islamabad Ph: 051-9204736, FAX-

اعلان داخلہ

جامعہ دارالعلوم کراچی میں تعلیمی سال ۴۰-۱۴۳۹ھ کے لئے

داخلے سے متعلق مندرجہ ذیل امور کا اعلان کیا جاتا ہے

تاریخ آغاز داخلہ:- شعبہ درس نظامی کیلئے تمام درجات میں قدیم وجدید داخلہ ان شاء اللہ تعالیٰ بروز ہفتہ ۸رشوال ۱۴۳۹ھ (۲۳رجون ۲۰۱۸ء) سے شروع ہوگا۔ حسب معمول دارالعلوم کی مسجد کے قریب قائم کردہ استقبالیہ کیمپ سے اجراء فارم ان شاء اللہ تعالیٰ مذکورہ تاریخ سے کردیا جائے گا، اسی استقبالیہ کیمپ سے داخلہ سے متعلق تمام معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ ہر ہر درجہ میں جدید داخلہ کی گنجائش کے مطابق نیا داخلہ کیا جائے گا۔ جس کی تفصیل استقبالیہ کیمپ سے مل جائے گی۔ جدید طلبہ مقررہ تاریخ داخلہ سے پہلے آنے کی زحمت نہ کریں۔

شرائط:-

☆...... ہر جدید امیدوار کا پہلے تحریری امتحان لیا جائے گا، اس میں کامیاب طلبہ کا تقریری جائزہ ہوگا۔ دونوں جائزوں میں کامیابی داخلے کیلئے ضروری ہوگی۔ مختلف درجات کے تحریری امتحانات ۱۱رشوال سے ۱۴رشوال کی مختلف تاریخوں میں ہوتے ہیں، جس کی تفصیلی اطلاع استقبالیہ کیمپ سے مل جائے گی۔

☆...... ان جدید طلبہ کو تحریری امتحانِ داخلہ میں شرکت کا اہل سمجھا جائے گا جن کے سابقہ اکثر وفاقی سالوں کے نتائج ممتاز یا ۷۰ فیصد ہوں۔

☆...... داخلہ کے تمام خواہشمند طلبہ اپنی سابقہ اصل تعلیمی اسناد اور کشف الدرجات ساتھ لائیں۔

☆...... دورۂ حدیث شریف میں داخلہ کیلئے دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ طالب علم وفاق المدارس کا دورۂ حدیث شریف کا سالانہ امتحان دینے کا اہل ہو یعنی سابقہ وفاقی درجات کا امتحان دے کر کامیاب ہو چکا ہو۔

☆...... اسباق ان شاء اللہ تعالیٰ بروزِ بدھ غالباً ۱۹رشوال ۱۴۳۹ھ سے شروع ہوجائیں گے۔ (متوقع تاریخ)

☆...... دارالقرآن میں قاعدہ وناظرہ میں جدید داخلوں کی کارروائی بروز اتوار ۹رشوال ۱۴۳۹ھ (۲۴رجون ۲۰۱۸ء) کو حسب گنجائش کی جائے گی۔

☆...... دارالقرآن میں داخلہ لینے والے کسی بھی طالب علم کو اقامتی داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

☆...... ۱۴رسال سے کم عمر رکھنے والے جدید طالب علم کو اقامتی داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

☆...... جو چیزیں طلبہ کے علمی مشاغل میں مخل ہوتی ہیں مثلاً ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، تصویری موبائل فون وغیرہ ان پر دارالطلبہ کی حدود میں پابندی عائد ہے۔ اس لئے آنے والے طلبہ یہ چیزیں ساتھ نہ لائیں۔

☆...... دورانِ تعلیم عصری مضامین کے امتحان کے لیے خصوصی اجازت ضروری ہے۔

☆...... کسی بھی طالب علم کو داخلہ نہ دینے کی وجوہ کا اظہار دارالعلوم کے ذمہ نہیں۔

وضاحت:- ان شاء اللہ تعالیٰ دارالعلوم گلشن اقبال کی درس نظامی شاخ کیلئے بھی جدید داخلہ مذکورہ بالا تاریخ سے شروع ہوگا۔

عمید الدراسات جامعہ دارالعلوم کراچی

"التخصص فی الافتاء" کا داخلہ

جامعہ دارالعلوم کراچی میں درجہ تخصص فی الافتاء میں داخلے کے خواہش مند طلبہ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اس سال ان شاء اللہ بروز اتوار غالباً ۱۶ ارشوال ۱۴۳۹ھ (یکم جولائی ۲۰۱۸ء) کو داخلے کی درخواستیں وصول کی جائیں گی اور امیدواروں کا تحریری اور تقریری امتحان بھی ہوگا۔ان دونوں امتحانات کے نتیجہ میں جو طلبہ کامیاب ہوں گے ان میں سے پندرہ طلبہ درجہ کامیابی کی ترتیب سے داخلے کیلئے منتخب کئے جائیں گے۔امیدوار حضرات مندرجہ ذیل امور ذہن نشین فرمالیں:۔

☆......صرف وہ طلبہ رجوع کریں جو وفاق المدارس یا کسی مستند دینی درسگاہ سے دورۂ حدیث کے امتحان میں ممتاز درجے میں کامیاب ہوئے ہوں۔اس سے کم درجے میں کامیاب ہونے والے طلبہ رجوع نہ فرمائیں۔

☆......تخصص میں داخلے کیلئے ہفتہ ۱۵ ارشوال ۱۴۳۹ھ سے پہلے تشریف نہ لائیں۔اس سے قبل دارالعلوم ان کے قیام وطعام کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

☆......اردو اور عربی رسم الخط میں صاف ستھری تحریر بھی داخلے کیلئے ضروری ہے،جن طلبہ کا خط خراب ہو وہ داخلے کیلئے رجوع نہ فرمائیں۔

☆......دوران تعلیم کسی انجمن یا جماعت سے کسی بھی قسم کا تعلق ممنوع ہوگا،نیز تخصص کے علاوہ کسی اور امتحان کی تیاری کی اجازت نہیں ہوگی۔مخصوص حالات میں صدر جامعہ دارالعلوم کراچی مدظلہم سے تحریری اجازت لینا ضروری ہوگا۔

☆......یہ بھی واضح رہے کہ تخصص فی الافتاء میں داخلہ کے بعد تین سالہ نصاب پورا کرنا لازم ہوگا۔

☆......داخلہ کے خواہشمند طلبہ کے اعمال واخلاق،ان کی تہذیب وشائستگی اور وضع قطع کا ایک عالم دین کے مطابق ہونا لازمی ہے۔

☆......امتحان داخلہ مندرجہ ذیل کتب ومضامین میں لیا جائے گا:

☆......مشکوٰۃ المصابیح،ہدایہ کامل،نورالانوار،(بحث کتاب وسنت) سراجی،شرح العقائد،اور ترجمہ قرآن

☆......تقریری امتحان میں عبارت نحوی وصرفی اعتبار سے درست پڑھنے کی صلاحیت کو خاص طور پر ملحوظ اور تحریری امتحان میں سلیقہ تحریر کو مدنظر رکھا جائے گا۔

☆......درجہ تخصص کے جو طلبہ مذکورہ بالا شرائط کے تحت اعلیٰ درجے میں کامیاب ہوں گے ان کو قیام وطعام اور تین ہزار ایک سو روپے ماہانہ وظیفے (جس میں ناشتہ کا وظیفہ بھی شامل ہے) کے ساتھ داخلہ دیا جائے گا۔

عمید الدراسات

جامعہ دارالعلوم کراچی

حضرت مولانا سحبان محمود صاحب، رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث وناظم اعلیٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

شبِ قدر کی فضیلت

صدقۂ فطر وعید الفطر کے احکام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ... اما بعد!

شبِ قدر، اللہ تعالیٰ کی وہ خاص نعمت ہے جو اس نے اپنے فضل وکرم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے صرف اِس امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہے، سابقہ امتوں میں سے کسی کو یہ نہیں دی گئی۔ اس کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن کریم کی ایک پوری سورت اس کی فضیلتوں کے بیان میں نازل ہوئی ہے۔ جبکہ قرآن کریم میں کسی اور وقت یا زمانہ کی اتنی مفصل فضیلت نہیں آئی۔ قرآنِ کریم میں بیان کردہ فضیلتوں کی تشریح یہ ہے کہ:

شب قدر وہ عظیم رات ہے جس میں پورا قرآنِ کریم لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا میں نازل ہوا، پھر وہاں سے بقدر ضرورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا، قرآن کریم جیسی لازوال نعمت کو نازل کرنے کے لئے رب العزت نے جس رات اور جس دن کا انتخاب فرمایا، ظاہر ہے کہ اُس سے زیادہ افضل واعلیٰ اور کوئی رات نہیں ہوسکتی۔ اسی وجہ سے علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے افضل رات شب قدر ہے۔

"شب قدر" وہ مبارک اور انعامات سے بھرپور رات ہے جس میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ ہے، ایک ہزار ماہ کے تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں، غور کیا جائے کہ ایک رات کی معمولی سی محنت اور عبادت سے تراسی سال سے زیادہ کا ثواب مل جائے، اور زیادہ کی بھی قرآن کریم نے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی تو یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے، بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت کر کے کھڑا رہا تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اس حدیث میں کھڑے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نماز پڑھے یا تلاوت قرآنِ کریم، درود شریف اور ذکر وغیرہ میں مشغول رہے، یہی حکم دعا میں مشغول رہنے

کا بھی ہے کیونکہ وہ بھی عبادت ہے۔ اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے خوش دلی کے ساتھ عبادت کرے، یعنی لوگوں کو دکھانے کے لئے، یا کسی بدنیتی سے یا بوجھ سمجھ کر نہ کرے تو اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح شب بیداری کا مطلب یہ ہے کہ اپنی صحت وطاقت کو مدنظر رکھ کر جس قدر ممکن ہو اس رات میں عبادت ودعا کرلی جائے، اگر تمام رات بیدار رہ کر عبادت کی طاقت ہے تو یہ بہت اونچا مقام ہے، ورنہ حسب توفیق وہمت عبادت کرلینے سے بھی اس رات کی فضیلت حاصل ہوجائے گی کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے اس کی وسعت وطاقت سے زیادہ کا مطالبہ نہیں فرماتا۔

"شب قدر" وہ عظیم رات ہے جس میں ملائکہ رحمت کی جماعتیں بحکم خداوندی زمین پر اترتی رہتی ہیں، اور تمام دنیا میں پھیل کر اُس رات عبادت کرنے والوں کے پاس پہنچتی ہیں، بشرطیکہ کہ گھر میں ان کے داخل ہونے سے رکاوٹ ڈالنے والی کوئی چیز نہ ہو، اور ہر نمازی اور عبادت گزار کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کا پیغام پہنچاتی ہے، یہ وہ وقت ہوتا ہے جب مومن اپنے دل میں خاص قسم کی ٹھنڈک اور سکون محسوس کرتا ہے، کتنا بڑا اعزاز ہے یہ، کہ رب ذوالجلال اپنے ناچیز بندوں کو محض معمولی سی محنت پر سلام، اور سلامتی کا پیغام بھیجے۔ اس اعزاز کو حاصل کرنے کے لئے تو بندہ کو مرمٹنا چاہئے۔

"شب قدر" کے سلسلہ میں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے، اس طرح کل پانچ راتیں ہوتی ہیں جن میں سے کسی ایک میں بظن غالب شب قدر ہوتی ہے، دانشمندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ پورے آخری عشرہ میں ورنہ اس کی طاق راتوں میں خاص طور پر عبادت کے لئے اہتمام کرلیا جائے، اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ستائیسویں شب میں شب قدر ہونے کی زیادہ امید ہے تو ایسے مجبور لوگ جو تمام طاق راتوں میں عبادت نہیں کرسکتے، کم ازکم ستائیسویں شب میں تو خصوصی اہتمام کرلیں۔ بعید نہیں کہ رب کریم اسی طرح نواز دے۔۔۔ پھر یہ بات بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ شب قدر کی یہ فضیلت تمام رات یعنی غروب آفتاب سے طلوع فجر تک رہتی ہے، شب قدر کوئی ذراسا وقفہ یا لمحہ نہیں ہے کہ آیا اور چلا گیا۔ لہٰذا مغرب اور عشاء کے درمیان، اسی طرح نماز عشاء اور تراویح سے فراغت کے بعد جو لوگ ثواب کی نیت سے عبادت کریں گے ان کو بھی شب قدر کی فضیلت حاصل ہوجائے گی۔

صدقۂ فطر کے احکام

عید کے دن دوگانہ نماز عید کے علاوہ اسلام کا ایک حکم صدقۂ فطر کی ادائیگی ہے۔ اسلام کے زکوۃ وصدقات کے نظام میں اس قدر سماجی فائدے ہوتے ہیں کہ اگر انصاف کے ساتھ ادائیگی اور تقسیم پر عمل

کیا جائے تو ایک طرف قوم کو افلاس وتنگدستی سے کسی حد تک نجات ملے اور دوسری طرف پیشہ ورانہ گداگری کی روک تھام ہو، چنانچہ صدقۂ فطر کا ایک سماجی فائدہ یہ بھی ہے کہ دیانتداری اور انصاف سے اس پر عمل کیا جائے تو عید کے دن کوئی مسلمان فاقہ سے نہ رہے اور ہر غریب اپنے بچوں کے ساتھ عید کی خوشیوں میں تمام مسلمانوں کا شریک ہوجائے۔

اسلام نے صدقۂ فطر ہر اس مسلمان پر دینا ضروری قرار دیا ہے جو صاحب نصاب ہو یعنی اُس پر زکوۃ فرض ہو یا اس پر زکوۃ تو فرض نہیں لیکن اس کے پاس ضروری سامان سے زیادہ اتنا سامان ہو جس کی مجموعی قیمت ساڑے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہوجائے، خواہ یہ سامان تجارت کے لئے نہ ہو یا اس پر سال نہ گزرا ہو، بہرصورت صدقۂ فطر واجب ہوجائے گا، اور اگر کوئی شخص مقروض ہے تو اپنے مال اور زائد سامان سے قرض کی مقدار وضع کر کے دیکھے، اگر ساڑے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر اس کے پاس بچ جاتا ہے تو صدقۂ فطر واجب ہوگا ورنہ نہیں ــــــ یہ صدقہ ہر صاحب حیثیت مرد پر اپنا اور اپنی نابالغ اولاد کا واجب ہوتا ہے۔ یعنی اپنی بیوی اور بالغ اولاد کا واجب نہیں ہوتا، اگر بیوی وغیرہ کے پاس اتنا مال ہے جس پر صدقۂ فطر لازم ہوجاتا ہے تو وہ اپنا صدقہ ادا کرے البتہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی یا بالغ اولاد کو بتا کر ان کی جانب سے بھی ادا کردے تو ادا ہوجائے گا، صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ رکھنا ضروری نہیں بلکہ یہ روزہ نہ رکھنے والے پر بھی واجب ہوتا ہے۔

صدقۂ فطر عید کے دن صبح صادق کے وقت واجب ہوتا ہے، اگر کوئی صبح صادق سے پہلے انتقال کرجائے تو اس پر واجب نہ ہوگا یا اگر صبح صادق سے پہلے کوئی بچہ پیدا ہوجائے تو اس کا واجب ہوجائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ عید کی نماز کو جانے سے پہلے صدقہ ادا کردیا جائے، اگر کسی نے رمضان ہی میں یا عید کی نماز کے بعد ادا کیا ہو تو ادا ہوجائے گا۔ اگر عید کے دن بھی ادا نہ کیا تو یہ صدقہ معاف نہیں ہوگا، اس کو بہرحال ادا کرنا ضروری ہے ــــ صدقۂ فطر ایک شخص کی جانب سے کم از کم پونے دو کلو خالص گندم یا بغیر ملاوٹ کا خالص گندم کا آٹا، یا اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے، بہتر یہ ہے کہ دو کلو یا اس سے زیادہ یا اس کی قیمت ادا کردی جائے۔

صدقۂ فطر کا مستحق وہ غریب ونادار ہوتا ہے جو زکوۃ کا مستحق ہے اور یہ دینے والے کی شرعی ذمہ داری ہے کہ اپنا صدقہ تحقیق اور غور وخوض کے بعد صحیح مستحق کو دے، اگر بغیر تحقیق کے کسی غیر مستحق کو دے دیا تو صدقہ ادا نہ ہوگا، بلکہ اس کے ذمہ میں حسب سابق برقرار رہے گا۔ شاید اسی وجہ سے اپنے آباواجداد، اولاد اور بیوی کے علاوہ اپنے مستحق رشتہ داروں کو صدقہ وغیرہ دینا افضل ہے کہ ان کی معاشی حالت معلوم ہوتی ہے اور دینے

والے کو بھی دوگنا ثواب ملتا ہے، ان کے بعد آس پڑوس کے رہنے والے مستحق افراد کو دینا افضل ہے، کیونکہ ان کی حالت بھی پڑوسیوں سے چھپی ہوئی نہیں ہوتی اور ان کا حق بھی اوروں سے زیادہ ہے، پھر یہ ضروری نہیں کہ لینے والے کو یہ بتا کر دیا جائے کہ یہ صدقہ ہے یا زکوۃ ہے، بلکہ کچھ بتائے بغیر خاموشی سے دے دیا جائے یا بتانا ضروری ہو تو تحفہ احسان یا سلوک کے نام سے دے دیا جائے تب بھی صدقۂ فطر ادا ہو جائے گا۔ اور اس میں رعایت ہے اس بات کی کہ لینے والے کی خودداری مجروح نہ ہو، پھر صدقۂ فطر ایک فقیر کو دے دیا جائے یا تھوڑا تھوڑا کئی فقیروں میں تقسیم کر دیا جائے، یا کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک ہی فقیر کو دے دیا جائے ہر طرح درست اور جائز ہے۔۔۔۔ غیر مستحق لوگوں کو صدقۂ فطر نہ دینا جائز ہے نہ ان کو لینا، لینے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے کیونکہ ایسے لوگ دوہرے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، ایک تو غیر مستحق ہو کر صدقہ لینے کا گناہ اور دوسرے حقیقی حاجتمندوں کی حق تلفی اور مالِ حرام کی نحوست اس کے علاوہ ہے۔

عید الفطر

ہر قوم اور مذہب میں بعض ایام سالانہ خوشی کی یادتازہ کرنے کے لئے مقرر ہوتے ہیں، جن کو تہوار کہا جاتا ہے، اس کا اسلامی نام "عید" ہے، جس کے لفظی معنی ہیں: بار بار یعنی سالانہ آنے والی خوشی، اسلام میں سال بھر میں صرف دو تہوار یعنی خوشی کے دن ہیں، ایک عید الفطر جو ماہ رمضان کے ختم ہوتے ہی یکم شوال کو ہوتی ہے، دوسرے عید الاضحیٰ جو ماہ ذی الحجہ کی دس تاریخ کو ہوتی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینۂ منورہ تشریف لے گئے تو اہل مدینہ کو ایران کی تقلید میں عید نوروز اور عید مہرگان مناتے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں عیدوں کے بدلہ میں تمہیں یہ دو دن عید کے عطا فرمائے ہیں، ایک عید الفطر دوسری عید الاضحیٰ، چنانچہ امت مسلمہ کے لئے یہی دو عیدیں مقرر ہو گئیں۔

عید الفطر ماہ رمضان کے ختم پر اپنے رب کے حضور اس بات کا شکر ادا کرنے کے لئے اور اس کی عظمتوں اور بڑائیوں کے گُن گانے کے لئے منائی جاتی ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے رمضان المبارک کے مقدس ماہ میں اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائی، اس ماہ مبارک کے شب و روز کو اپنی طاعتوں میں لگا کر امت کے لاتعداد گناہگار بندوں کی مغفرت کے سامان فراہم فرمائے، اور دنیا اور آخرت کی نعمتوں کی مسلسل بارشیں برسائیں، سورۂ بقرہ میں ارشاد فرما کر کہ: "وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" سے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے، یعنی اور تم کو روزوں کی تعداد پوری کرنی چاہئے، اور تم کو اللہ

تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت بیان کرنی چاہئے اس کی دی ہوئی ہدایت اور توفیق پر، اور تا کہ تم اس کا شکر ادا کرتے رہو، خلاصہ اس آیت کا یہ ہے کہ رمضان کے روزے وغیرہ پورے ہونے کے بعد تم اللہ تعالیٰ کی ہدایت وتوفیق پر اس کی عظمت بیان کرو، اور نماز عید میں زائد تکبیریں اسی عظمت کو بیان کرنے کے لئے رکھی گئی ہیں۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی عید صرف خوشی اور مسرت کے اظہار، یا اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے نہیں ہوتی، بلکہ مسلمان عید کے دن بھی جہاں ایک طرف دنیاوی لحاظ سے خوشی کا اظہار کرتا ہے وہاں دوسری طرف وہ اپنے رب کے سامنے اپنی بندگی اور نیاز مندی کا بھی اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس کبریائی اور اپنی بندگی و نیاز مندی کا اظہار وہ دوگانۂ عید ادا کر کے کرتا ہے کہ عام نمازوں کے مقابلہ میں عید کی نماز میں زائد تکبیروں سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور سجود و دعا سے اپنی بندگی و نیاز مندی ظاہر کرتا ہے۔

اسی وجہ سے عید کے اس اجتماع کو ایک انفرادی مقام حاصل ہے کہ اس موقعہ پر اللہ رب العزت اپنے ان تمام بندوں سے اپنی رضا مندی کا اعلان فرما دیتے ہیں جو اجتماعی طور پر اس کی عظمت کا اظہار کر رہے ہیں، اور اپنے ان بندوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں جو ان کے سامنے سر بسجود پڑے ہوئے اپنی بندگی کا اقرار کر رہے ہیں، اور اپنے ان بندوں کی دعائیں بھی قبول فرما لیتے ہیں جو دست بدعا ہو کر اپنی نیاز مندی کا اعتراف کر رہے ہیں۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس اجتماع کے موقع پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خطاب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! تم آج کے اجتماع میں مجھ سے آخرت کی جو حاجتیں طلب کرو گے ضرور عطا کروں گا اور دنیا کی مرادوں میں تمہاری مصلحت کے مطابق تمہیں دوں گا۔

عید کی روحانی اور ثقافتی اہمیت

مسلمانوں کی عید صرف ایک تہوار یا خوشی کا دن نہیں بلکہ یہ دن بارگاہ خداوندی میں بہت بڑا دن ہے، جس میں اللہ رب العزت نے اس امت کے لئے بے شمار روحانی اور ثقافتی فائدے رکھے ہیں، اسی لئے اس دن کی بڑی اہمیت اور عظمت ہے، یہ دن اس امت کے لئے مغفرت کا دن ہے، جو شخص رمضان شریف میں کسی وجہ سے مغفرت سے محروم رہ گیا ہو، اس کے لئے یہ دن ماضی کی کوتاہیوں کی تلافی اور تمام گناہوں کی بخشش کے لئے ایک نعمت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب عید کا اجتماع ہوتا ہے اور مسلمان عید کا دوگانہ ادا کر رہے ہوتے ہیں تو اللہ رب العزت فرشتوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! تم گواہ رہنا کہ میں نے

اپنے ان بندوں کی مغفرت فرمادی، پھر براہ راست بندوں کو خطاب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! اب تم بخشے بخشائے اپنے گھروں کو واپس جاؤ، تم نے مجھے راضی کردیا، اب میں تم سے راضی ہوں، دوسری حدیث میں ہے کہ عید کی صبح کو اللہ تعالیٰ روئے زمین میں اپنے فرشتوں کو بھیجتے ہیں اور وہ ہر مسلمان بستی کے گلی کوچوں پر کھڑے ہوکر یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! اُس رب کریم کی بارگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والے اور بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرمادینے والے ہیں، لہٰذا اس اجتماع میں جو بھی اللہ تعالیٰ سے بخشش اور معافی کا طلبگار ہوگا وہ محروم نہ رہے گا۔ یہ دن دعاؤں کی قبولیت کا دن ہے۔ اس مبارک موقعہ پر اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا بامراد اور کامیاب رہے گا، حدیث شریف میں ہے کہ اس اجتماع کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، مجھے میری عزت کی قسم، مجھے میرے جلال کی قسم آج کے اپنے اس اجتماع میں اپنی آخرت کے متعلق مجھ سے جو مانگو گے وہ ضرور عطا کروں گا اور اپنی دنیا کے بارے میں جو طلب کروگے تو اس میں تمہاری مصلحت کو پیش نظر رکھ کر عطا کروں گا۔ چنانچہ تمام روحانی ترقیاں جو برسوں کی ریاضت کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتیں وہ رب کریم اس دن اور اس اجتماع میں مانگنے والوں کو عطا فرمادیتے ہیں۔

اسلامی عید کے ثقافتی فوائد بھی بے شمار ہیں؛ ایک بستی یا ایک شہر کے مسلمانوں کا ایسا عظیم اجتماع اس امت کو ایک مرکزیت عطا کرتا ہے جس میں گورے کو کالے پر، عربی کو عجمی پر اور اعلیٰ کو ادنیٰ پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہوتی۔ جس سے اسلامی مساوات کے جذبات فروغ پاتے ہیں، اسی طرح اجتماعی مسائل کے حل ہونے کی راہ ہموار ہوتی ہے کیونکہ اتنا عظیم اجتماع جو اخلاص وہمدردی اور قومی ترقی کے جذبات سے سرشار ہوکسی کے بلانے پر جمع نہیں ہوسکتا، یہ موقع ایسے مسائل کے حل کرنے کا بہترین موقع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ عید کی نماز سے فارغ ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو احکام مناسب سمجھتے وہ مسلمانوں کو دیتے اور اگر کسی جگہ لشکر بھیجنا ہوتا تو اس کی تشکیل فرمادیتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عید کی برکتوں سے مالا مال فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمين.

"التخصص فی الدعوۃ والارشاد" میں داخلہ

جامعہ دارالعلوم کراچی میں درجہ "التخصص فی الدعوۃ والارشاد" کے سال اول کیلئے تعلیمی سال ۴۰-۱۴۳۹ھ میں جدید داخلے کئے جائیں گے۔

اس تخصص کا مقصد یہ ہے کہ اچھی استعداد رکھنے والے فارغ التحصیل علماء کو معاصر ضرورتوں کے مطابق مؤثر دعوت وتبلیغ اور اصلاح وارشاد کے کام کیلئے تیار کیا جائے۔ چنانچہ اس تخصص کیلئے دوسالہ جامع نصاب مقرر کیا گیا ہے، جس میں ایک مؤثر داعی ومبلغ کیلئے مطلوب ضروری معلومات اور عملی تربیت شامل ہے، نیز اردو کے علاوہ عربی اور انگریزی زبان کی تعلیم اور ان تینوں زبانوں کی تحریر وتقریر کی مشق پر خصوصی توجہ دیجاتی ہے تاکہ اس تخصص سے فارغ ہونے والے حضرات بیرون ملک بھی حسب ضرورت عربی اور انگریزی زبانوں میں دعوت واصلاح کا کام وہاں کی ضروریات کے مطابق بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔

شرائط داخلہ

(۱) کسی معروف دینی درسگاہ سے دورہ حدیث میں درجہ "ممتاز" یا کم از کم "۷۰ فیصد" نمبر لے کر کامیابی کی سند کا حامل ہو (۲) فقہ اور علم کلام سے اچھی مناسبت ہو۔ (۳) تحریر صاف ستھری اور اردو، عربی اور انگریزی میں سے کسی ایک زبان میں اچھی تحریر لکھنے کی صلاحیت ہو۔ (۴) تجوید کی اچھی استعداد ہو۔ (۵) کم از کم میٹرک معیاری درجہ میں پاس کیا ہو یا اس کے مساوی استعداد کی انگریزی سے واقفیت ہو۔

وضاحت نمبر۱: داخلہ کے لئے تحریری امتحان داخلہ اور زبانی جائزہ لیا جائے گا۔ ان دونوں میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ دیا جاسکے گا۔

وضاحت نمبر۲: اس درجے میں زیادہ سے زیادہ بیس (۲۰) طلبہ کو داخل کیا جائے گا۔

امتحانِ داخلہ میں کامیابی کے نمبروں کو انتخاب کا معیار بنایا جائے گا۔

امتحان داخلہ ان شاء اللہ بروز جمعرات ۱۳ رشوال ۱۴۳۹ھ (۲۸ رجون ۲۰۱۸ء) کو جامعہ دارالعلوم کراچی میں منعقد ہوگا۔ جو طلبہ مندرجہ بالا شرائط کے تحت اعلیٰ درجے میں کامیاب ہوں گے، ان کو قیام وطعام اور مبلغ تین ہزار ایک سو روپے ماہانہ وظیفے (جس میں ناشتہ کا وظیفہ بھی شامل ہے) کے ساتھ داخلہ دیا جائے گا، درخواستیں سند کی فوٹو کاپی کے ساتھ ۱۲ رشوال سے پہلے دارالعلوم بنام ادارہ امور تعلیمات جامعہ دارالعلوم کراچی ارسال کردی جائیں۔ اصل سند اپنے ہمراہ لانا ضروری ہے۔

عمید الدراسات

جامعہ دارالعلوم کراچی

”التخصص فی القراء ات“ میں داخلہ

جامعہ دارالعلوم کراچی میں درجہ تخصص فی القراءات کے سال اول کے لیے تعلیمی سال ۴۰-۱۴۳۹ھ
میں جدید داخلے دیئے جائیں گے

☆ کسی معروف دینی درسگاہ سے دورۂ حدیث میں ممتاز کامیابی کی سند کا حامل ہو۔

☆ جید حافظ اور تجوید بروایت حفص پڑھا ہوا ہو۔

☆ شاطبیہ ودرّہ یعنی قراءات عشرہ سے فارغ ہو، اور رائیہ پڑھی ہو۔

ہدایات

☆ داخلہ کے لیے تحریری امتحان اور زبانی جائزہ لیا جائے گا، ان دونوں میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ دیا جاسکے گا۔

☆ اس درجے میں زیادہ سے زیادہ ۲۰ طلبہ کو داخلہ دیا جائے گا، زیادہ درخواستوں کی صورت میں امتحان داخلہ میں کامیابی کے نمبروں کو انتخاب کا معیار بنایا جائے گا۔

☆ درجہ تخصص فی القراءات کے جو طلبہ مذکورہ بالا شرائط کے تحت اعلیٰ درجے میں کامیاب ہوں گے ان کو قیام وطعام اور مبلغ تین ہزار ایک سو روپے ماہانہ وظیفے (جس میں ناشتہ کا وظیفہ بھی شامل ہے) کے ساتھ داخلہ دیا جائے گا۔ امتحان داخلہ ان شاء اللہ بروز جمعرات ۱۳ رشوال ۱۴۳۹ھ (۲۸ رجون ۲۰۱۸ء) کو جامعہ دارالعلوم کراچی میں منعقد ہوگا۔

درجہ ”تجوید للعلماء“ میں داخلہ

جامعہ دارالعلوم کراچی میں تعلیمی سال ۴۰-۱۴۳۹ھ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ
کے طے کردہ نصاب ”تجوید برائے علماء“ میں جدید داخلے دیئے جائیں گے

شرائط داخلہ

☆ ناظرہ قرآن کریم صحیح تلفظ اور روانی کے ساتھ پڑھنا آتا ہو، حافظ قرآن کریم ہونا قابل ترجیح ہوگا۔

☆ کسی مستند دینی درسگاہ سے درس نظامی کی تکمیل کم از کم ۵۰ فیصد، درجہ جید کے ساتھ کامیاب ہوا ہو۔

☆ درجہ ممتاز میں کامیابی اور وفاق المدارس کی سند کا حامل ہونا قابل ترجیح ہوگا۔

ہدایات

☆ کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ ۲۰ شرکاء کو داخلہ دیا جائے گا، امتحان داخلہ میں منتخب ہونے والے طلبہ کو قیام وطعام کی سہولت اور تین ہزار ایک سو روپے وظیفہ (جس میں ناشتہ کا وظیفہ بھی شامل ہے) بھی دیا جائے گا۔

☆ یومیہ درس جامعہ کے تعلیمی چھ گھنٹوں کے مطابق ہوگا جس میں حاضری کی پابندی ضروری ہوگی، دوران سال ۵۰ گھنٹوں کی غیر حاضری پر وظیفہ سوخت ہوجائے گا اور ۱۰۰ گھنٹے کی غیر حاضری پر سالانہ امتحان میں شرکت سے روکا جاسکتا ہے۔ (مزید معلومات کے لیے ادارہ امور تعلیمات سے رجوع کریں)

فون نمبر: 021-35049774 فیکس 021-35041923 ای میل: talimaat@darululoomkarachi.edu.pk

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس ——— جامعہ دارالعلوم کراچی

تعزیت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر مکرم حضرت مولانا سفیان قاسمی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم سب کے بزرگ یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب، رحمۃ اللہ تعالیٰ، علیہ کی شدید بیماری کی اطلاع بندہ کو اس وقت ہوئی جب بندہ برطانیہ میں تھا۔ وہاں سے ٹیلی فون پر حضرتؒ کی خیریت معلوم کرتا رہا۔ ہر مرتبہ یہی معلوم ہوتا کہ حالت نازک ہے۔ بالآخران کی وفات کی خبر ایک صاعقہ بن کر گری۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

اس کے بعد بندہ نے آپ سے اور مولانا شکیب صاحب سے فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی، لیکن ظاہر ہے کہ ان حالات میں آپ حضرات کی مشغولیت اتنی ہوگی کہ ٹیلی فون نہ مل سکا۔ البتہ بندہ نے اسی وقت واٹسپ، پر آنجناب کے نام ایک مختصر تعزیتی پیغام ارسال کیا تھا۔ دیوبند کے بعض اعزہ نے ذکر کیا کہ وہ وہاں کے اخبارات میں بھی شائع ہوا۔

اس کے بعد سے اس سوچ میں رہا کہ آپ کو ایک مفصل عریضہ لکھوں، لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا لکھوں؟ حضرت قدس سرہ کی وفات پوری امت کے لئے ایک بڑا سانحہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اپنے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کا خلفِ رشید بنایا تھا۔ اب تو بظاہر روئے زمین پر مردوں میں سے ان کی شخصیت اس لحاظ سے منفرد تھی کہ ان کے سوا اب کوئی شخص ایسا نہیں تھا جسے براہ راست حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل ہو۔ ہمارے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت حکیم الاسلام قدس سرہما کے درمیان بچپن ہی سے اخوت ومحبت کا جو قابلِ رشک تعلق تھا، اس کی بنا پر بکثرت دونوں ایک ہی وقت میں خانقاہِ تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت، قدس سرہ، کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے لئے ہفتوں قیام فرماتے تھے۔

اس وقت ہمارے بھائی جان جناب محمد زکی کیفی صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد سالم صاحب رحمۃ اللہ علیہما بھی لڑکپن کے دور میں تھے، دونوں کے درمیان دوستی بھی تھی، اور پھر دونوں نے حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

میں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے بارہا سُنا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، رحمۃ اللہ علیہ کے علوم انتہائی دقیق تھے، اور ان کی مؤلفات سے اچھے اچھے علماء بھی بآسانی استفادہ نہیں کر پاتے تھے، کیونکہ اول تو علوم ہی نہایت دقیق تھے، دوسرے تعبیرات بھی انہی دقیق علوم کے مطابق دقیق ہوتی تھیں۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو دو زبانیں عطا فرمائیں، جنہوں نے ان کے علوم کو ہم جیسوں کے لئے قابلِ استفادہ بنا کر انہیں نشر فرمایا۔ ایک زبان حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی اور دوسری حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہما۔ ان حضرات نے حضرت نانوتویؒ کے علوم کو پانی کر کے اپنے مواعظ اور تالیفات کے ذریعے اہلِ علم اور عام مسلمانوں کو پہنچایا۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نانوتویؒ کی زبان حکیم الاسلام قدس سرہ کی طویل صحبت سفر وحضر میں عطا فرمائی، اور وہ حضرت حکیم الاسلام، قدس سرہ کے علوم سے طویل عرصے تک براہِ راست مستفید ہوئے، اور پھر ان علوم کا عکس ان کے مواعظ وخطبات میں واضح طور پر نظر آنے لگا، اور حضرت حکیم الاسلامؒ کی وفات کے بعد بھی انہوں نے ان علوم کو پھیلانے اور پھیلاتے رہنے کا مبارک سلسلہ جاری رکھا۔ چونکہ امت کی فکر انہیں اپنے والد ماجدؒ سے ورثے میں ملی تھی۔ اس لئے دارالعلوم دیوبند کی تقسیم کے بعد اختلاف کی جو ناگوار صورتِ حال پیدا ہوئی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں جذبۂ وحدت وایثار کے تحت اسے ختم کر کے وحدت ویگانگت پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا۔ اور ان کے ذریعے دارالعلوم وقف کے تحت دین کی قابلِ قدر خدمات اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائیں۔ اور اب بفضلہٖ تعالیٰ دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم وقف ہم آہنگی کے ساتھ اپنے اکابر کے فیوض جاری رکھے ہوئے ہیں۔

مجھ ناکارہ اور میرے برادر معظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، مدظلہم، صدر دارالعلوم کراچی کے ساتھ بھی حضرت مولانا محمد سالم صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کا انتہائی مخلصانہ محبت وشفقت کا تعلق تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں حافظہ بھی غیر معمولی عطا فرمایا تھا۔ اور اپنی مجلسوں میں جب سلف صالحین اور اپنے بزرگوں کے واقعات سنایا کرتے تو ہم نہال ہوجاتے تھے۔ میں نے حضرتؒ سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ آپ ان واقعات کے امین ہیں اور اگر یہ باتیں قلم بند ہوجائیں تو نسلوں تک کے لئے کارآمد ہوں گی۔ معلوم نہیں کہ پھر

اس کا موقع مل سکا یا نہیں۔

علوم ومعارف کے ذخیرے کے علاوہ حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ کی طرح ان کا شعر وادب کا بھی نہایت پاکیزہ اور ستھرا ذوق تھا، اور ان کے اشعار کے انتخاب میں بھی وہ ذوق پوری طرح جھلکتا تھا۔ لکھنو کے ایک شاعر کی ایک نظم، بحرِ طویل میں اردو ادب کا شاہکار سمجھی جاتی تھی۔ میں نے اس کے کچھ اشعار اپنے بھائی جان مرحوم سے سنے تھے، اور ایک شعر مجھے بھی یاد ہوگیا تھا، بھائی جان نے بتایا تھا کہ انہوں نے یہ اشعار حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب، قدس سرہ سے سُنے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد سالم صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لائے تو میں نے ان سے بحرِ طویل کے بارے میں پوچھا، تو معلوم ہوا کہ انہیں بھی وہ پوری یاد ہے، میری فرمائش پر انہوں نے وہ سنائی اور ریکارڈ بھی کروائی۔ پھر دیوبند جاکر مجھے اس کی کمپوز شدہ کاپی بھی ارسال فرمائی۔

۲۰۱۰ء میں جب میں دیوبند حاضر ہوا، تو اس وقت حضرت مولاناؒ سفر پر تھے۔ لیکن وہیں سے مجھے خط ارسال فرمایا کہ دیوبند کے قیام کے دوران دار العلوم وقف میں حاضری دوں۔ میرا پہلے ہی وہاں حاضر ہونے کا ارادہ تھا۔ الحمدللہ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب، رحمۃ اللہ علیہ اور آپ حضرات نے بڑی شفقت کا معاملہ فرمایا، اور مختصر مدت میں دار العلوم وقف کی ترقیات دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

تقریباً ایک سال پہلے حضرت مولانا محمد سالم صاحب، قدس سرہ کی علالت کی خبر ملی، تو بندہ نے خیریت معلوم کرنے کے لئے ان کو فون کیا۔ اگرچہ صحت کمزور تھی، لیکن ٹیلی فون پر بحمداللہ کافی دیر گفتگو فرمائی، اور یہ بندے کی ان کے ساتھ آخری بات چیت تھی۔

آج وہ وہاں پہنچ چکے ہیں جہاں ہم سب کو جانا ہے، لیکن ان کی خدمات جلیلہ اور ان کے صدقاتِ جاریہ بفضلہٖ تعالیٰ زندہ وجاوید ہیں۔ آپ حضرات صاحبزادگان سے پوری امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے مشن اور عظیم کام کو پوری قوت کے ساتھ جاری رکھیں گے۔ وفقکم اللہ تعالیٰ لکل خیر۔

میری طرف سے تمام اہلِ خانہ کو پیغام تعزیت پہنچادیں۔ اللہ تعالیٰ اس حادثے پر ان کو اور ہم سب کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائیں، اور حضرت مولانا قدس سرہ کو اپنے مقامِ قرب میں درجات عالیہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

والسلام

محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۴۳۹/۸/۱۶

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ (رواه البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، روایت فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات ہونے تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ معمول رہا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔

تشریح: اعتکاف میں بہت بڑا فائدہ ہے، اس میں انسان یک سُو ہو کر اپنے اللہ سے لَو لگائے رہتا ہے، اور چونکہ رمضان کی آخری دس راتوں میں کوئی نہ کوئی رات شب قدر بھی ہوتی ہے، اس لئے اعتکاف کرنے والے کو عموماً وہ بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

عطاء اللہ قاضی (پنجگور)

نظام قضاء بلوچستان اور علماء کرام

وطن عزیز پاکستان کے چاروں صوبوں میں بلوچستان واحد صوبہ ہے جہاں عدالتوں میں انصاف کی فراہمی کیلئے جدید عدالتی نظام کے ساتھ قضاء کا نظام رائج ہے، جس سے دیوانی مقدمات کا تصفیہ کیا جاتا ہے، دراصل بلوچستان میں قضاء کا نظام، ریاست قلات کا حصہ تھا اور صدیوں سے علماء کرام اس منصب پر جلوہ افروز ہوکر اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر عوام کے تنازعات کو رفع کرتے رہے، جس سے عوام کو جلد اور آسان انصاف فراہم ہوتا رہا، الحاقِ بلوچستان کے بعد اس روایت کو برقرار رکھا گیا، فرق صرف تنا ہے کہ ریاست قلات کے ادوار میں قاضی کی تقرری کیلئے علم وتقویٰ اور تفقہ کو ملحوظ رکھا جاتا تھا، جبکہ موجودہ زمانے میں علمائے کرام کے علاوہ قانون کے سند یافتہ اشخاص بھی قاضی بن سکتے ہیں۔

پچھلی فوجی حکومت میں بلوچستان کے نظام قضاء کی بیخ کنی کی بات چلی اور بعض بڑے یا صنعتی شہروں میں قاضی کی جگہ سول ججز تعینات کیے گئے، مگر عوام اور علمائے کرام کے شدید ردّعمل کے پیش نظر پورے بلوچستان میں یہ سوچ کامیاب نہ ہوسکی، چنانچہ رفتہ رفتہ بعض جگہ سول جج کی جگہ دوبارہ قاضی تعینات ہوئے۔

مگر یہ لادینی فکر اس قدر اپنا کام دکھا گئی کہ کسی اور طریقے سے علماء کو قضاء سے دور رکھا جائے، اس کی عکاسی قاضی کی تقرری کیلئے فاضل درسِ نظامی کے ساتھ قانون کی ڈگری کو لازم قرار دینے سے ہوئی اور انگریزی میں مہارت کو لازمی قرار دیا گیا، قاضی کیلئے ''عالم'' کے ساتھ ساتھ ''قانون کی سند'' والی شرط قابل عمل نہ رہی، کیونکہ قانون کی سند از خود قابل قبول ہوتی ہے، مگر اس شرط کو اس وقت عملی صورت میں نافذ ہوتا دیکھا گیا جب مئی ۲۰۱۵ء میں قاضی کیلئے دو دن تحریری جائزہ ہوا، جس کیلئے عدالت عالیہ کی طرف سے پہلے سے نصاب وضع تھا جو کہ انگریزی، ضابطۂ دیوانی، دستور العمل، دیوانی مقدمات، شریعت ریگولیشن لاء اور اصولِ شرعیہ پر مشتمل تھا، پہلا پرچہ تو نصاب کے موافق تھا جبکہ دوسرے پرچہ میں ایک تہائی اصولِ شرعیہ کیلئے متوقع تھا مگر اس کا ایک سوال بھی نہ دیا گیا۔

بعد ازاں جولائی ۲۰۱۵ء میں قضاء کے جائزے کا نتیجہ انٹرنیٹ پر شائع ہوا جس میں کسی بھی عالم دین کو کامیاب قرار نہیں دیا گیا جبکہ اس جائزے میں علماء و متخصصین کی ایسی بھاری اکثریت شامل تھی جو نہ صرف باصلاحیت تھی بلکہ اسے انگریزی پر بھی عبور حاصل تھا، باصلاحیت افراد کو ناکام قرار دیا جانا سمجھ سے بالاتر تھا، حالانکہ جب یہ تحریری جائزہ لیا جارہا تھا تو علماء کرام کا پرسکون اور باوقار انداز میں سوالنامہ حل کرنا قابل دید تھا، کہ ہائی کورٹ کے ممتحن حضرات کے قدم رک جاتے اور پرچہ جمع کرتے وقت مہر ثبت کرنے والے ممتحن صاحبان تو تحسین کے الفاظ ادا کیے بغیر نہ رہ سکے، انداز تحریر کی بات ہو، خوش نویسی کی، یا پھر انگریزی کا حصہ بآسانی حل کرنے کی،

مولائے کریم نے علمائے کرام و متخصصین کو ایسی صلاحیتوں سے نوازا کہ دیکھنے والے ششدر رہ گئے۔

جب کہ دوسری طرف صرف قانون کے سند یافتہ (ایل ایل بی کیے ہوئے) امیدواروں میں سے بعض کے رویہ اور بے جا گفتگو سے نہ صرف ہائی کورٹ کے ممتحن نالاں تھے بلکہ امتحان ہال کا سکون بھی متاثر ہو رہا تھا۔

لیکن جب نتیجہ آتا ہے تو علماء کرام و متخصصین کا نتیجہ ناقابل یقین نظر آتا ہے اور وہ علمائے کرام جو ایل ایل بی کیے ہوئے ہیں شاید انہیں اس جرم کی پاداش میں کامیاب قرار نہیں دیا جاتا کہ ان کے پاس قانون کی سند کے ساتھ عالیہ کی سند بھی ہے۔

ارباب اختیار کو اس صورتحال پر توجہ دے کر حقیقی نتائج سامنے لانے چاہییں اور آئندہ کیلئے قاضی کے انتخاب کا عمل این ٹی ایس (نیشنل ٹیسٹنگ سروس) جیسے معتمد ترادارے کے سپرد کریں یا ان کے طرز عمل پر ٹیسٹ لینے کا اہتمام کریں تا کہ جوابی کا پیاں بذریعہ مشین چیک ہوں اور نتیجہ ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہو

☆☆☆

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ.

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری، رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال (عید) کے مہینے میں رکھ لیے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا اگر ہمیشہ ایسا کرے گا تو) گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے۔ (مسلم شریف بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۱۷۹)

تشریح: اس مبارک حدیث میں رمضان المبارک گذرنے کے بعد ماہ شوال میں چھ نفل روزے رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کا عظیم ثواب بتایا گیا ہے۔ ثواب دینے کے بارے میں اللہ پاک نے یہ مہربانی فرمائی ہے کہ ہر عمل کا ثواب کم از کم دس گناہ مقرر فرمایا ہے جب کسی نے رمضان کے تیس روزے رکھے اور پھر چھ روزے اور رکھ لئے تو یہ چھتیس روزے ہوگئے۔ چھتیس کو دس سے ضرب دینے سے تین سو ساٹھ ہو جاتے ہیں۔ قمری حساب سے ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے لہٰذا چھتیس روزے رکھنے پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین سو ساٹھ روزے شمار ہوں گے اور اس طرح پورے سال روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ اگر ہر سال کوئی شخص ایسا ہی کرلیا کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے ساری عمر روزے رکھنے والا مان لیا جائے گا۔ اللہ اکبر! بے انتہا رحمت اور آخرت کی کمائی کے اللہ پاک نے کیسے بیش بہا مواقع دیئے ہیں۔

شبِ قدر کی دعاء اور اس کی فضیلت

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیُّ لَیْلَةٍ لَیْلَةُ الْقَدْرِ مَااَقُوْلُ فِیْهَا قَالَ قُوْلِیْ اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (رواه احمد وابن ماجه والترمذی وصححه)

حضرت عائشہ، رضی اللہ عنہا، فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرمایئے کہ اگر مجھے پتہ چل جائے کہ فلاں رات کو شب قدر ہے تو میں کیا دُعا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دُعاء کرو، اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (مشکوۃ شریف ص ۱۸۲، از احمد وابن ماجه وترمذی)

رمضان المبارک کا پورا مہینہ آخرت کی دولت کمانے کا ہے، پھر اس ماہ میں اخیر عشرہ اور بھی زیادہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگنے کا ہے، اس عشرہ میں شب قدر ہوتی ہے جو بڑی بابرکت رات ہے، قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ یعنی شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا:

مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَیْرَ کُلَّهٗ وَلَایُحْرَمُ خَیْرَهَا اِلَّا کُلُّ مَحْرُوْمٍ (ابن ماجه)

یعنی جو شخص شب قدر سے محروم ہوگیا، (گویا) پوری بھلائی سے محروم ہوگیا، اور شب قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں...................................... (ادارہ)

حج کے متعلق مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں تفصیل درکار ہے:

سوال نمبر ۱: ۸/ ذوالحجہ کی صبح کو اشراق کے بعد منیٰ جانا ہوتا ہے مگر معلم کے کارکن ۷/ ذوالحجہ کو نماز عشاء کے بعد لوگوں کو منیٰ لے جاتے ہیں، کیا اس طرح سے منیٰ جانا صحیح ہے؟

جواب: انتظامی مشکلات کی وجہ سے اگر آٹھ ذوالحجہ سے پہلے منیٰ جانا پڑے تو گنجائش ہے۔ نیز آٹھ ذوالحجہ سے پہلے منیٰ جاتے وقت یہ ضروری نہیں ہے کہ حج کا احرام لازماً شروع کر کے جائیں، بلکہ اگر انتظامی طور پر معلم سات ذوالحجہ کے دن حاجیوں کو منیٰ لے جائے تو چونکہ اصل منیٰ حدود حرم میں ہی ہے اس لئے اگر حج کا احرام شروع کئے بغیر منیٰ چلے جائیں تو بھی درست ہے اور پھر آٹھ ذوالحجہ کو مسجدِ حرام میں آ کر حج کے احرام کی نیت کر لیں یا اگر اس دن مسجد حرام آنا دشوار ہو جیسا کہ عام طور پر آنا مشکل ہوتا ہے اور مسجدِ حرام کے راستوں کو انتظامی طور پر بند کر دیا جاتا ہے تو اصل منیٰ سے بھی آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ سکتے ہیں۔ اور آٹھ ذوالحجہ سے پہلے یعنی سات ذوالحجہ کو منیٰ جانے سے پہلے مکہ مکرمہ سے احرام باندھنا بھی جائز بلکہ افضل ہے کیونکہ اس میں خیر کے کام یعنی عبادت کی انجام دہی کے لئے جلدی کرنا ہے جو کہ قرآن کریم کی رو سے مطلوب ہے۔ (غنیۃ المناسک، ص: ۲۱۶)

سول: منیٰ میں ۸/ ذوالحجہ کی نماز ظہر سے ۹ ذوالحجہ کی نماز فجر تک منیٰ میں رہنا ہوتا ہے مگر معلم کے کارکن ۸/ ذوالحجہ کو رات کے وقت عرفات لے جاتے ہیں ۹/ ذوالحجہ کی صبح کی نماز منیٰ میں ادا کرنے کے بجائے عرفات میں ادا ہوتی ہے، کیا اس طرح سے عرفات جانا صحیح ہے؟ نیز ۸/ ذوالحجہ کو بعض لوگوں کی نماز عشاء بھی عرفات میں ادا ہوتی ہے منیٰ میں پانچ نمازوں کی بجائے تین نمازیں ادا ہوتی ہیں؟

جواب: ۸/ ذوالحجہ کی ظہر سے یوم عرفہ کی فجر تک پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنا اور رات کا اکثر حصہ

منیٰ ہی میں گزارنا مسنون ہے اس لئے حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے کہ یہ پانچ نمازیں منیٰ ہی میں پڑھی جائیں اور رات بھی منیٰ ہی میں گزاری جائے، لیکن اگر انتظامی مشکلات کی وجہ سے معلم کے کارکن حاجیوں کو آٹھ ذوالحجہ کی شام کو ہی عرفات لے جائیں اور منیٰ میں پانچ نمازیں نہ ہو سکیں اور رات بھی منیٰ سے باہر یعنی عرفات میں گزرے تو ایسا کرنا اگرچہ خلافِ سنت ہے تاہم حج ادا ہو جائے گا اور ایسا کرنے کی وجہ سے کوئی جنایت بھی لازم نہیں ہوگی۔ (غنیۃ الناسک ص: ۱۴۶)

سوال: ۹؍ ذوالحجہ کو سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ آنا ہوتا ہے اور رات مزدلفہ میں قیام ہوتا ہے اور وقوفِ مزدلفہ صبح کی نماز کے بعد ہوتا ہے مگر معلم کے کارکن رات کو لوگوں کو منیٰ آنے کا کہتے ہیں جس کی وجہ سے بعض لوگ رات کو تھوڑی دیر مزدلفہ ٹھہر کر صبح کی نماز سے پہلے منیٰ آتے ہیں، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

جواب: وقوفِ مزدلفہ کا وقت دس ذوالحجہ کی صبحِ صادق سے لے کر سورج نکلنے تک ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص صبح صادق ہونے سے پہلے ہی بلا عذر مزدلفہ سے نکل گیا تو اس پر دم واجب ہو جائے گا، لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے نکلا ہو مثلاً مریض ہو یا کمزور ہو یا خاتون ازدحام اور ہجوم کی وجہ سے صبح صادق سے پہلے مزدلفہ سے نکل جائے یا ان اعذار کی وجہ سے مزدلفہ کا وقوف ترک کر دے تو دم واجب نہیں ہوگا، اور اگر صبح صادق ہونے کے بعد نکلا لیکن اندھیرے میں ہی مزدلفہ سے نکل گیا تو چونکہ مقدارِ واجب وقوف ہو گیا اس لئے دم واجب نہیں ہوگا۔ (معلم الحجاج: ص ۲۱۱، ۲۱۲)

سوال: بعض علماء کرام کہتے ہیں کہ یہ سب سنت ہے اور حکومت ؍ معلم کا حکم ماننا ضروری ہے کیا سنت چھوڑ کر معلم یا حکومت کا حکم ماننا ضروری ہے؟

جواب: جن مسائل میں تقدیم وتاخیر کی گنجائش ہو ان میں انتظامی دشواریوں کی وجہ سے تقدیم وتاخیر کی جاسکتی ہے، لیکن کوشش یہی ہونی چاہیے کہ تمام مناسک سنت کے مطابق ادا ہوں۔

سوال: حج بیت اللہ کے دوران امام صاحب مسجد کے تہ خانہ سے امامت کرواتے ہیں جبکہ مطاف میں حاجی صاحبان امام سے آگے ہوتے ہیں، کیا اس طرح مطاف میں نماز ادا کرنے والوں کی نماز صحیح ہوگی؟

جواب: بیت اللہ شریف کی جس جانب میں امام کھڑے ہوں اس جانب کے مقتدیوں کی نماز امام کی اقتداء میں درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مقتدی امام کی بہ نسبت خانۂ کعبہ کی دیوار کے زیادہ

قریب نہ ہو، جس جانب میں امام ہے اگر اس جانب کا کوئی مقتدی امام کی بنسبت دیوارِ کعبہ کے زیادہ قریب ہوگا تو وہ اپنے امام سے آگے سمجھا جائے گا اور اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔ البتہ امام کی جانب کے علاوہ دیگر اطراف کے مقتدی اگر امام کی بہ نسبت خانہ کعبہ کے زیادہ قریب ہوں تب بھی چونکہ وہ امام سے مقدم نہیں ہیں اس لئے ان کی نماز امام کی اقتداء میں درست ہوجائے گی۔

سوال: مدینہ منورہ میں مسجد النبوی میں اشراق کی نماز ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے یا مسجد قباء میں اشراق ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے؟

جواب: روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے دن قباء تشریف لے جاتے تھے اور مسجد قباء میں نماز پڑھتے تھے، نیز حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرے کے برابر ہے۔ جبکہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر ہونا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے کی مذکورہ فضیلت فرائض کے ساتھ خاص ہے، اگرچہ اس میں دوسرے اقوال بھی ہیں۔ لہٰذا اگر فرض نمازیں مسجد نبوی میں ادا کی جائیں اور نوافل کی ادائیگی کے لئے مسجدِ قباء چلے جائیں تو دونوں جگہوں کی فضیلت حاصل ہوجائے گی۔ (صحیح بخاری، باب مسجد قباء)

سوال: کیا اشراق کی نماز روزانہ مسجد قباء میں ادا کرنا بہتر ہے یا کبھی کبھی؟ کیونکہ حاجی صاحبان کے کل دن آٹھ ہوتے ہیں۔

جواب: چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہفتہ کے دن قباء تشریف لے جانا صحیح حدیث سے ثابت ہے، اس لئے ہفتہ کے دن قباء جانا سنت ہے، اور چونکہ یہ ایک مباح عمل ہے اس لئے روزانہ جانا بھی بلاشبہ جائز اور درست ہے، اور مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرے کے ثواب کے برابر ہونا مطلق ہے، ہفتے کے دن کے ساتھ خاص نہیں ہے، اس لئے اگر کوئی شخص مدینہ منورہ میں اپنے محدود قیام کو مدنظر رکھتے ہوئے روزانہ مسجدِ قباء جائے تو بھی درست ہے۔

سوال: ریاض الجنۃ میں دو گھنٹے یا تین گھنٹے بیٹھنا افضل ہے یا دوسرے مسلمانوں کو جگہ دینے کی خاطر نماز فرض یا نماز نوافل پڑھنے کے بعد اٹھنا بہتر ہے؟

جواب: چونکہ عموماً مجمع زیادہ ہوتا ہے اس لئے "روضة الجنة" میں کچھ دیر عبادت ودعا کرنے کے بعد دیگر مسلمانوں کو موقع فراہم کرنا زیادہ بہتر ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان مستفید ہو سکیں۔ البتہ اگر کبھی مجمع کم ملے اور لوگ جگہ خالی ہونے کے انتظار میں نہ ہوں تو زیادہ وقت بھی روضة الجنة میں گزار سکتا ہے۔

سوال: بعض علماء کرام کہتے ہیں کہ روزانہ مسجد قباء جانے کی بجائے مسجد النبوی میں صبح کی نماز سے اشراق تک ذکر وتلاوت کر کے مسجد نبوی میں اشراق پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ایک یا دو دفعہ مسجد قباء جانے سے سنت پوری ہو جاتی ہے؟

جواب: مدینہ منورہ میں اپنے قیام کی مدت، اور سہولت کو دیکھتے ہوئے مسجد قباء جانے کا کوئی نظم بنانا فی نفسہ جائز اور درست ہے، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہفتہ میں ایک مرتبہ قباء جانے کا عمل ثابت ہے اس لئے ایک بار جانا سنت ہے اور ایک سے زائد بار جانا مباح ہے۔ اس لئے ہر شخص اپنے ذوق وشوق اور سہولت کے مطابق کوئی بھی طریقہ اختیار کر سکتا ہے، اس میں تشدد اور تنگی کا راستہ اختیار کرنا یا دوسروں پر طعن کرنا ہرگز درست نہیں۔

سوال: ہمارے ہاں اکثر عورتوں پر حج فرض نہیں ہوتا، لیکن ان کے بھائی یا والد یا خاوند ان کو اپنے ساتھ حج پر لے جاتے ہیں اور وہ وہاں حج کے دوران چالیس دنوں تک پردے کا اہتمام نہیں کرتیں، اور بیت اللہ میں آکر فرض ونوافل ادا کرتی ہیں اور با جماعت نماز بھی ادا کرتی ہیں اور مطاف میں مردوں کے ساتھ مل کر طواف بھی کرتی ہیں، محرم اور غیر محرم کا خیال بھی نہیں کیا جاتا، کیا ان عورتوں کو خود حج پر جانا چاہیے یا مرد بھائی یا والد یا خاوند ان کی طرف سے حج بدل کریں؟

جواب: جس خاتون پر حج فرض نہ ہو، یا حج فرض ہو مگر وہ خود جا کر حج کرنے پر قادر ہو تو اس کی طرف سے حج بدل نہیں کیا جا سکتا۔ اور سفر میں پردہ وغیرہ کے شرعی احکام کی پابندی نہ کرنا اگرچہ نہایت غلط ہے، لیکن اس کی وجہ سے عورتوں کو حج سے روکنا درست نہیں بلکہ انہیں شرعی احکام کی پابندی کرنے کی تلقین اور حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے۔

سوال: کیا عورت با جماعت نماز ادا کر سکتی ہے، کیونکہ بعض علماء کہتے ہیں کہ عورت کا بیت اللہ میں با جماعت نماز پڑھنے کی بجائے اپنے کمرے میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے؟

جواب: خواتین کے لئے افضل یہ ہے کہ جہاں ان کی رہائش ہو وہاں نماز ادا کریں۔ البتہ اگر کوئی خاتون طواف کی نیت سے حرم آئی ہو یا روضۂ مبارک کی زیارت کی نیت سے مسجد نبوی آئی ہو اور اسی دوران جماعت کا وقت ہو جائے تو ائمہ حرمین کی اقتداء میں جماعت میں شریک ہو سکتی ہیں، کوئی گناہ نہیں، البتہ اس صورت میں مردوں سے الگ خواتین کی مقررہ جگہ میں نماز ادا کریں، مردوں کے درمیان نہ پڑھیں۔

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب وروز

جامعہ دارالعلوم کراچی میں تعطیلات

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ درس نظامی کی سالانہ تعطیلات ۱۶/شعبان ۱۴۳۹ھ سے شروع ہوگئی ہیں، طلبہ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوگئے ہیں جن طلبہ نے تعطیلات میں بھی اقامت کی اجازت حاصل کرلی ہے وہ کسی نہ کسی علمی مشغلہ میں شریک رہ کر اپنی تعطیلات کو بھی کارآمد بنارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نافعیت وبرکت سے نوازیں۔ آمین۔

تعطیلات میں علمی مشاغل

زمانۂ تعطیلات میں جامعہ دارالعلوم کراچی میں مقیم طلبہ کے لئے مندرجہ ذیل تعلیمی دوروں کا اہتمام کیا گیا ہے:

دورۂ صرف ونحو : مولانا شمس الحق صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ

دورۂ تربیۃ اللغۃ العربیہ: مولانا شیخ محمود صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ

دورۂ میراث: حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ

دورۂ انگریزی: جناب عبدالقادر صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ

نئے تعلیمی سال کے داخلے

حسب ہدایت رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، مدظلہم العالی، نئے تعلیمی سال کے داخلہ کا سلسلہ، ان شاء اللہ تعالیٰ، بروز ہفتہ ۸/شوال ۱۴۳۹ھ (۲۳/جون ۲۰۱۸ء) سے شروع ہوجائے گا۔ (تفصیلی اعلان شامل اشاعت ہے۔)

جامعہ دارالعلوم کراچی کا اعزاز

"المرکز الثقافی الاسلامی "کے تحت منعقد ہونے والے آل کراچی بین المدارس تقریری مقابلہ میں اکیس مدارس نے حصہ لیا، الحمدللہ جامعہ دارالعلوم کراچی سے درجہ سادسہ عربی کے عین اللہ پشینی نے شرکت کرکے دوسری پوزیشن حاصل کی، جبکہ اسٹیج سیکریٹری کی خدمات بھی جامعہ کے دورۂ حدیث کے دوطلبہ

امین اللہ صوابی اور محمد لقمان روحانی نے انجام دیں۔ نیز اس موقع پر اختتامی خطبہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذِ محترم حضرت مولانا حسین قاسم صاحب حفظہ اللہ نے دیا۔ اللہ تعالیٰ اس سرگرمی کو تعلیمی ترقی کا ذریعہ بنائیں۔

حرا فاؤنڈیشن اسکول کا امتیاز

حرا فاؤنڈیشن اسکول شعبہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے ہونہار طالب علم محمد ربیع خان بن مولانا محمد نجیب خان صاحب کا انتخاب ان خوش نصیب طلباء میں ہوا ہے جو اسلامی ممالک کی تنظیم او آئی سی کے شعبہ یوتھ فارم کے زیر اہتمام استنبول میں ہونے والے ماڈل او آئی سی میں شریک ہوئے۔

الحمدللہ حرا فاؤنڈیشن اسکول سے طالب علم محمد ربیع خان کی ماڈل او آئی سی میں نمائندگی یہاں کے اساتذہ اور انتظامیہ سب کے لئے یکساں مسرت وشکر کا باعث ہے اور خاص طور پر شعبۂ عربی کے اساتذہ کی محنت وکوشش کا ثمر ہے۔ محمد ربیع خان کا کہنا ہے کہ انتخاب کے دوران عربی زبان میں انٹرویو اور اسرائیل وفلسطین کے دقیق مسائل پر بحث کرنا ایک چیلنج ضرور تھا لیکن اللہ کے فضل وکرم اور اساتذہ کی محنت اور دعاؤں کی بدولت اس میں کامیابی نصیب ہوئی۔

اسرائیل اور فلسطین کے مسائل کے حوالے سے ماڈل او آئی سی کے طور پر یہ کانفرنس ۲۹ سے ۳۰/اپریل کے درمیان استنبول میں منعقد ہوئی، جس میں پوری دنیا کے منتخب طلباء کو ان دو ممالک کے مسائل پر عربی زبان میں بات کرنے کا موقع دیا گیا۔ اللہ رب العزت اس کاوش کو پوری امت مسلمہ کے لئے خیر کا باعث بنائے اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے اس شعبہ کو مزید ترقیات سے نوازے۔ آمین۔

حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کا سفر تنزانیہ

رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم ۱۵/شعبان ۱۴۳۹ھ (۲/مئی ۲۰۱۸ء) کو ساؤتھ افریقہ کے احباب کی دعوت پر دوحا (قطر) کے راستے تنزانیہ تشریف لے گئے، اس سفر میں آپ کے صاحبزادے، استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی مولانا ڈاکٹر محمد زبیر عثمانی صاحب حفظہ اللہ بھی ہمراہ ہیں۔ اس سفر کی مزید تفصیلات ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں پیش کردی جائیں گی۔

دعائے مغفرت

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، کے بڑے صاحبزادے، دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے مہتمم حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، ۱۳/شعبان ۱۴۳۹ھ (۳۰/اپریل ۲۰۱۸ء) پیر کے روز مدینہ منورہ میں رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مرحوم ، جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبۂ قراءات کے اعزازی نگران حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی صاحب مدظلہم کے بڑے بھائی اور حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز تھے۔وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے خازن بھی تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ نائب رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم بھی ان دنوں مدینہ منورہ میں موجود تھے۔آپ نے مولانا مرحوم کو غسل دیا اور تجہیز وتکفین کے امور میں شرکت فرمائی ، بعدازاں مرحوم کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں ادا کی گئی اور جنت البقیع میں تدفین نصیب ہوئی۔

حق تعالیٰ حضرت مرحوم کی کامل مغفرت فرما کر درجات عالیہ عطا فرمائے ، پسماندگان کو صبر جمیل اور فلاح دارین عطا فرمائے۔آمین۔قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆

درجۂ ثالثہ ”قسم القراء ات“ میں داخلہ

جامعہ دارالعلوم کراچی میں درجہ ثالثہ ”قسم القراءات“ کے لیے بھی تعلیمی سال ۴۰۔۱۴۳۹ھ میں جدید داخلے دیئے جائیں گے

شرائط داخلہ

☆ درجۂ ثانویہ عامہ، امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا ہو۔

☆ جید حافظ اور تجوید بروایت حفص پڑھا ہو۔☆ میٹرک پاس ہو۔

وضاحت

☆ درجۂ ثالثہ تا درجہ سادسہ درسِ نظامی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ قراءات عشرہ بطریق شاطبیہ ودرّہ مکمل کرائی جائے گی۔اور رسم عثمانی کی بھی تعلیم دی جائے گی۔

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... معجم علوم الحدیث النبوی

نام مؤلف .... مولانا امداد اللہ انور

ضخامت .... ۱۰۴۸ صفحات، مناسب طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... دار المعارف، مدرسۃ الصالحات للبنات، ۵۵۵، القریش ہاؤسنگ اسکیم فیز ا، شیر شاہ روڈ ملتان

علوم الحدیث، اور مصطلح الحدیث پر عربی اردو میں بیش بہا کتابیں وجود میں آچکی ہیں، جن میں بہت طویل تصنیفات بھی ہیں اور بہت مختصر بھی ہیں، الدکتور عبدالرحمٰن بن ابراہیم الخمیسی (استاذ الحدیث والمساعد بکلیۃ التربیۃ جامعہ صنعاء یمن) کی تالیف "معجم علوم الحدیث النبوی" بھی اس موضوع پر اہم کتاب ہے، اس کے کل ۲۵۰ صفحات ہیں جن میں ۷۷۹ الفاظ اور اصطلاحات پر کلام کیا گیا ہے۔

جناب مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب، حفظہ اللہ، نے چند سال پہلے مدینہ منورہ کے ایک کتب خانہ میں یہ کتاب دیکھی تھی جو انہیں بہت پسند آئی تھی، کیونکہ اس میں علوم حدیث اور اصطلاحات حدیث سے متعلق عبارات، عنوانات اور الفاظ حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کیے گئے تھے جن کو تلاش کرنا بہت آسان تھا، مولانا موصوف نے اس کتاب کا ترجمہ کر کے حضرت مولانا حافظ لیاقت علی شاہ صاحب نقشبندی مدظلہم کو دکھایا تو انہوں نے ان کو اس موضوع پر زیادہ جامع انداز میں کام کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ مولانا نے بڑے شوق، لگن اور محنت کے ساتھ یہ کام شروع کیا اور کئی سالوں کی جدوجہد کے بعد یہ ضخیم کتاب معرض وجود میں لے آئے، اس

میں ۲۳۰۰/ سے زائد عنوانات پر تحقیق کی گئی ہے، نیز اس موضوع پر عربی میں دستیاب کتب کا تعارف کروایا گیا ہے، طریقۂ تالیف بھی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ واقعی فاضل مؤلف نے اس کی تیاری میں خوب سے کام لیا ہے جس پر وہ تمام اہل علم کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں، فجزاه الله تعالیٰ خير الجزاء عنا وعن المشتغلين بعلوم الحديث ، آمین ، تمام عنوانات حروف تہجی کی ترتیب سے درج کئے گئے ہیں اور ان کی اچھی تشریح کی گئی ہے جس طرح لغت کی کتابوں میں کسی لفظ کو آسانی سے تلاش کیا جاسکتا ہے اسی طرح اس کتاب میں بھی کوئی بھی لفظ بڑی سہولت سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔

مولائے کریم اس علمی کاوش کو قبول فرمائے اور حدیث کے طلبہ کو اس کی پوری قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... درر فرائد ترجمہ وشرح جمع الفوائد

نام مترجم .... حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام ونگرانی .... مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم

ضخامت .... ۲۸۸ رصفحات۔ عمدہ طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... القاسم اکیڈمی۔ جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ۔ کے پی کے۔

علامہ محمد بن محمد بن سلیمان دوانی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۰۹۴ھ) کی تالیف "جمع الفوائد" ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے، جو درج ذیل چودہ کتب کی احادیث پر مشتمل ہے، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، مسند امام احمد، دارمی، مسند ابویعلیٰ، مسند ابوبکر، طبرانی کی معجمات ثلثہ، کبیر واوسط وصغیر۔

ان تمام کتابوں کی احادیث کو علامہ موصوف نے یکجا جمع کردیا یعنی سند کو حذف اور مکررات کو ترک کر کے جو حدیث ایک کتاب میں کئی جگہ یا کئی کتابوں میں مختلف ابواب میں مذکور ہوئی تھی ایک جگہ لاکر سب کتابوں کے حوالے دے دیئے تاکہ معلوم ہوجائے کہ فلاں فلاں کتاب میں یہ حدیث آئی ہے اور ہر حدیث کے آخر میں روایت کی قوت وضعف کو بھی ظاہر کردیا کہ کس درجہ میں قابلِ عمل ہے۔

"درر فرائد"، "جمع الفوائد" کا سلیس ترجمہ اور بے حد نافع تشریح ہے، ترجمہ وتشریح کی یہ سعادت

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، رحمۃ اللہ علیہ، کو حاصل ہوئی ہے جو برصغیر کے نامور علماء اور مشائخ میں بلند مقام رکھتے ہیں، انہوں نے علمی، تبلیغی اور تعلیمی میدان میں ایسے نمایاں کارنامے سرانجام دیئے جو اپنی علمی قدر ومنزلت اور دینی خدمات کی وجہ سے پورے برصغیر میں پہچانے جاتے ہیں، علماء کرام نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ آپ کا نام لیتے ہیں۔ علمی دنیا میں اللہ نے آپ کو شہرت اور مقبولیت عطا فرمائی ہے۔ آپ کا مطالعہ نہایت وسیع اور عمیق تھا، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، رحمۃ اللہ علیہ، نے اپنی زندگی میں بہت سارے کام انجام دیئے مگر "درر فرائد" ان کی تاریخی علمی یادگار ہے۔

پہلے یہ کتاب پوری کی پوری شائع ہوئی تھی مگر عرصہ ہوا نایاب ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم کو کہ انہوں نے اب اس پوری کتاب کی ازسرنو اشاعت کا اہتمام فرمایا ہے، سردست چھ درج ذیل منتخب ابواب مکمل متن اور ترجمہ وتشریح کے ساتھ زیر نظر مجموعے میں شائع کئے گئے ہیں۔ کتاب الفتن (فتنوں کا بیان) ماورد من فتن مسماۃ (چند نامزد فتنے) **کتاب الملاحم واشراط الساعۃ** (معرکے اور قیامت کی علامات) کتاب القیامۃ یعنی قیامت اور اس کے حالات، حشر، حساب، حوض کوثر، پل صراط، میزان، شفاعت، کتاب الجنۃ والنار وما فیہا (جنت اور دوزخ کا بیان اور ان میں کیا کیا ہے؟) رؤیۃ اللہ تعالیٰ فی دار الخلد (جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار) شامل ہیں۔

کتاب میں بغلی سرخیاں اور عرض مترجم وشارح کے تمام عنوانات حضرت مولانا حقانی صاحب زیدمجدہم کی طرف سے لگائے گئے ہیں، حضرت مولانا موصوف کتاب کے بقیہ حصوں کی اشاعت کا بھی عزم رکھتے ہیں، حق تعالیٰ آسان فرمائے اور تمام اہل علم کو اس عظیم علمی خدمت سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ابومعاذ)

☆☆☆